ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 22 شمارہ 06 جنوری 2025ء - جمادی الاخریٰ 1446ھ

جلد 22 شمارہ 06

ماہنامہ
التبلیغ
راولپنڈی

جنوری 2025ء - جمادی الاخریٰ 1446ھ

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد ناصر مولانا طارق محمود مولانا محمد ریحان

فی شمارہ.................... 50 روپے
سالانہ.................... 500 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈوکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 500 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال.................دینی مدارس کی رجسٹریشن کا معاملہ..........مفتی محمد رضوان	3
درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط58)........................اللہ کو فقیر، اپنے کو غنی کہنے،	
اور نبیوں کو قتل کرنے کا وبال... // //	5
درسِ حدیث.....................مال ودولت کا فتنہ (قسط1)................ // //	13
مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ	
افادات وملفوظات..مفتی محمد رضوان	19
علم کے مینار: ....فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،	
کتب، مختصر تعارف (پچیسواں حصہ)....................................مفتی غلام بلال	26
تذکرۂ اولیاء: ....عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور	
میں نئی ریاستی اصلاحات (قسط3)......................................مولانا محمد ریحان	30
پیارے بچو!.......................جاڑے کی ماؤں کی محبت...................... // //	32
بزمِ خواتین .....زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ4)....مفتی طلحہ مدثر	34
آپ کے دینی مسائل کا حل.................''چشتی واشرف علی رسول''	
کی تحقیق (قسط2)...ادارہ	37
کیا آپ جانتے ہیں؟ ....تجارتی بائیکاٹ، اور اس میں غلو	
وبے اعتدالی (قسط6)..مفتی محمد رضوان	50
عبرت کدہ ....حضرت موسیٰ اور خضر (حصہ نہم)..........مولانا طارق محمود	55
طب وصحت......گلے کا درد اور نگلنے وسانس لینے میں تکلیف.....حکیم مفتی محمد ناصر	57
اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز............................. // //	59

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

دینی مدارس کی رجسٹریشن کا معاملہ

گزشتہ کچھ عرصہ سے ملک بھر میں دینی مدارس کی رجسٹریشن کا مسئلہ زیرِ بحث ہے، جس میں مدارس کی رجسٹریشن کے حوالہ سے، مخصوص اداروں کے ماتحت رجسٹرڈ ہونے پر دوقسم کی آراء سامنے آرہی ہیں، اور اس کے نتیجہ میں سوشل میڈیا پر ہر ایک مادر پدر آزاد ہوکر، اور اپنی ہر قسم کی رائے قائم کرکے، چلتے دریا میں ہاتھ دھونے پر عمل پیرا ہے۔

اور یہ کوئی دینی مدارس کی رجسٹریشن ہی کا مسئلہ نہیں، بلکہ ہمارے یہاں جب جب بھی کوئی عوام، یا خواص سے متعلق مسئلہ کھڑا ہوتا ہے، ان سب میں ہماری قوم کا ردِعمل اسی نوعیت کا ہوتا ہے کہ جن افراد کا ان کاموں اور شعبوں سے دور دراز کا بھی تعلق نہیں ہوتا، اور صاحبِ فہم بھی نہیں ہوتے، وہ بھی اوٹ پٹانگ آراء قائم کرنے سے پیچھے نہیں رہتے۔

دینی مدارس کی رجسٹریشن کا معاملہ، متعلقہ مدارس کے اہلِ حل وعقد سے متعلق ہے، وہ جس ادارہ کی ماتحتی میں اپنے آپ کو رجسٹرڈ کرانا، مناسب، اور مفید سمجھیں، اس میں ان کو اختیار حاصل ہونا چاہیے، اور اس مسئلہ میں ایک گروہ کی طرف سے دوسرے گروہ کو مجبور نہیں کرنا چاہیے، اور نہ ہی کسی کو دوسرے کی نیت پر شک کرکے بدگمانی کا مرتکب ہونا چاہیے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ دینی مدارس مختلف علماء کے ماتحت کام کررہے ہیں، جنہوں نے اپنے اپنے طور پر ان کو مختلف سرکاری اداروں سے رجسٹرڈ کرایا ہوا ہے۔

جبکہ بعض مدارس ابھی تک کسی سرکاری ادارہ سے رجسٹرڈ نہیں ہوئے، اور وہ رجسٹریشن کے بغیر کام کر رہے ہیں۔ حکومت کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ تمام مدارس اپنی رجسٹریشن کرائیں، اور اس کے بغیر کام نہ کریں۔

دوسری طرف حکومت کے اداروں کی ماتحتی میں رجسٹرڈ ہونے والے مدارس کو متعدد مشکلات سامنے

www.idaraghufran.org

آتی ہیں، اور حکومت کی طرف سے ایسے ایسے قوانین مقرر کئے جاتے ہیں، جن کو پورا کرنا، ہر مدرسہ والوں کے بس میں نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے ان کے بینکوں میں اکاؤنٹ بھی نہیں کھلتے، اور جو پہلے سے اکاؤنٹ کھلے ہوئے تھے، ان کو بند کر دیا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں ہمیں جس طرح حکومت اور اہلِ مدارس کے درمیان، اعتماد کی فضاء کا فقدان، اور بداعتمادی کی فضاء قائم رہنے کا عنصر نظر آیا، اسی طرح مختلف سرکاری اداروں کے ماتحت رجسٹرڈ ہونے والے اہلِ مدارس کے مابین بھی اعتماد کی فضاء کا فقدان، اور بداعتمادی کی فضاء قائم رہنے کا عنصر نظر آیا۔

ان حالات میں بعض اصحابِ علم کی طرف سے دوسرے اصحابِ علم کے ساتھ بدگمانی کا ارتکاب کرنا، ہماری نظر میں درست نہیں۔

گذشتہ کچھ عرصہ سے مختلف اوقات میں وفاق المدارس العربیہ کے بعض ذمہ داران کے کچھ بیانات سے یہ تاثر ابھر کر سامنے آیا کہ جامعۃُ الرشید کے حضرات کے اصحابِ علم کو حکومت، یا ایجنسیوں کی طرف سے وفاق المدارس العربیہ کو توڑنے، یا کمزور کرنے کے لئے ان کو علیٰحدہ کرنے کی منصوبہ بندی کی گئی، لیکن ہماری نظر میں جامعۃُ الرشید کے اصحابِ علم کی طرف اس طرح کا الزام عائد کرنا، نا مناسب طریقہ ہے۔

دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض اصحابِ علم کی طرف سے دوسرے اہلِ مدارس کی رضامندی کے بغیر آئین میں کوئی اس طرح کی ترمیم، یا کوئی قانون سازی کرنا بھی نامناسب طریقہ ہے، جس پر دوسرے اصحابِ علم کو شرح صدر نہ ہو، اور ان کی رضامندی کے بغیر ان پر اس طرح کے آئین وقانون کو مسلط کیا جائے۔

یہ طرزِ عمل علماء کے درمیان مزید بعد اور کشیدگی کا باعث بنے گا۔

بس ہم اتنی گذارش پر ہی اپنی معروضات کو ختم کرتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کے ایسے حل کی توفیق عطاء فرمائے، جس پر تمام اہلِ مدارس متفق ہوں، اور وہ اہلِ ملک کے لئے دنیا وآخرت کے اعتبار سے مفید ہو، یا کم از کم ایک دوسرے کے جذبات کی رعایت ملحوظ رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط58، آیت نمبر181 تا184) مفتی محمد رضوان

اللہ کو فقیر، اپنے کو غنی کہنے، اور نبیوں کو قتل کرنے کا وبال

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاءُ، سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ، وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ (١٨١) ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (١٨٢) اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ، قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِىْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِىْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (١٨٣) فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيْرِ (١٨٤) (سورة آل عمران)

ترجمہ: بے شک، یقیناً سن لیا اللہ نے قول کو ان لوگوں کے جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ، فقیر ہے، اور ہم غنی ہیں، عنقریب لکھ لیں گے ہم ان (باتوں) کو جو کہیں انہوں نے، اور قتل کرنے کو، ان کے نبیوں کو ناحق، اور کہیں گے ہم کہ چکھو تم دہکتے ہوئے عذاب کو (۱۸۱) یہ اس کی وجہ سے ہے، جو آگے کیا تمہارے ہاتھوں نے بدلہ ہے، جو آگے بھیجا ہے، تمہارے ہاتھوں نے، اور بے شک اللہ نہیں ہے بندوں پر ظلم کرنے والا (۱۸۲) وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ نے عہد لیا ہے ہم سے کہ ہم ایمان نہ لائیں کسی رسول پر، یہاں تک کہ وہ لائے ہمارے پاس ایسی قربانی کہ کھا جائے اس کو آگ، کہہ دیجیے آپ کہ یقیناً آ چکے ہیں کئی رسول تمہارے پاس مجھ سے پہلے، واضح دلائل کے ساتھ، اور اس (قربانی) کے ساتھ، جو کہا تم نے، پھر کیوں قتل کیا تم نے ان کو، اگر تم سچے ہو (۱۸۳) پھر اگر تکذیب کریں وہ لوگ آپ کی، تو یقیناً تکذیب کی جا چکی ہے، رسولوں کی آپ سے پہلے، جو لائے تھے واضح نشانیوں کو اور صحیفوں کو اور روشن کتاب کو (۱۸۴) (سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کافروں ،اور خاص طور پر یہودیوں کی طرف سے اللہ کی طرف منسوب کئے گئے بعض نہایت جاہلانہ اعتراضات کونقل کر کے ان کی تردید فرمائی ہے۔

چنانچہ پہلے تو اللہ نے ان لوگوں کی بات کو سننے کا حکم فرمایا ہے،جنہوں نے نعوذ باللہ تعالیٰ،اللہ کو فقیر اوراپنے آپ کوغنی ومالدار کہا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ان کی بات کو سن لیا ہے،اور ہم عنقریب ان کی اس خلافِ واقعہ اور جھوٹی بات کو،ان کے نامۂ اعمال میں درج کردیں گے،جس پر آخرت میں ان کو سخت عذاب ہوگا۔

اورانہوں نے جونبیوں کا ناحق قتل کیا،وہ بھی لکھا ہوا ان کے سامنے لایا جائے گا،اور پھر باقاعدہ دفعہ لگا کر،اور چارٹ شیٹ کر کے،ان کو عذاب دیا جائے گا،اور کہا جائے گا کہ تم اب دہکتی ہوی آگ کا مزہ چکھو۔

اللہ تعالیٰ کی طرف فقیر ہونے کی نسبت کرنا،سخت جہالت اور کفریہ بات ہے،اللہ تعالیٰ تو آسمانوں اور زمین کے تمام خزانوں کا مالک ہے،اور بندوں کو جو کچھ بھی حاصل ہے،وہ اللہ کی طرف سے عطاء کردہ ہے،وہ جس کو چاہتا ہے،جتنا رزق عطاء فرماتا ہے،اور جس کا چاہتا ہے،رزق تنگ فرمادیتا ہے۔

جیسا کہ سورہ اسراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ رَبَّکَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَاءُ وَیَقۡدِرُ اِنَّه کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیۡرًا بَصِیۡرًا

(سورۃ الاسراء،رقم الآیۃ ۳۰)

ترجمہ:بے شک آپ کا رب کشادہ کردیتا ہے،رزق کو،جس کے لئے چاہتا ہے وہ، اورتنگ کردیتا ہے وہ،بے شک وہ ہے اپنے بندوں کا خبیر،بصیر(سورہ اسراء)

اورسورہ اسراء ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ لَوْ أَنْتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّي إِذًا لَأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَتُورًا (سورة الاسراء،رقم الآية ١٠٠)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ کہ اگر مالک ہوتم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے،تو پھر روک رکھتے تم خرچ کرنے کے خوف سے،اور ہے انسان بڑا بخیل (سورہ اسراء)

مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو اللہ نے اپنی رحمت کے خزانوں کا مالک نہیں بنایا، ورنہ تو یہ خرچ ہونے کے ڈر سے سارا مال اپنے پاس روک کر رکھ لیتے ، کیونکہ انسان، بڑا بخیل و کنجوس واقع ہوا ہے۔

سورہ صٓ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ (سورة ص،رقم الآية ٩)

ترجمہ: کیا ان کے پاس خزانے ہیں،آپ کے رب کی رحمت کے،جو عزیز ہے، وھاب ہے (سورہ ص)

مطلب یہ ہے کہ رب کی رحمت کے خزانے ،انسانوں کے پاس نہیں ہیں، بلکہ اللہ کے پاس ہیں، اور اللہ بہت زبردست قدرت والا ہے،اور وہ بہت زیادہ عطاء وکرم فرمانے والا ہے،جس کو جو کچھ ملا ہے،وہ اسی کی قدرت کا نتیجہ اور اسی کا ہبہ کیا ہوا ہے۔

سورہ طور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ (سورة الطور،رقم الآية ٣٧)

ترجمہ: کیا ان کے پاس خزانے ہیں،آپ کے رب کے،یا وہ (خزانوں پر) جبر وتسلط رکھنے والے ہیں (سورہ طور)

مطلب یہ ہے کہ نہ تو انسانوں کے پاس رب کے خزانے ہیں،نہ ہی ان خزانوں پر ان کی حکومت واختیار ہے،یہ سب کچھ اللہ کی ملکیت،قدرت واختیار میں ہے۔

اور سورہ منافقون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (سورة المنافقون،رقم الآية ٧)

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لئے ہیں خزانے، آسمانوں کے اور زمین کے (سورہ منافقون)

معلوم ہوا کہ آسمانوں اور زمین کے سارے خزانے، اللہ ہی کے لئے ہیں، وہ ان کا خالق و مالک ہے، اور اسی کو ان پر اختیار و قدرت حاصل ہے۔

جہاں تک اللہ کے نبی کو قتل کرنے کے گناہ کا معاملہ ہے، تو یہ بڑا سنگین گناہ ہے، بلکہ اللہ کے نبی کے مقابلہ میں آکر اس کے ہاتھوں سے قتل ہو جانے، اور اللہ کے نبی کو زخم پہنچانے پر بھی اللہ کا سخت غضب نازل ہوتا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ نَبِيٌّ، وَاشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى مَنْ دَمَّى وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۰۷۶)

ترجمہ: اللہ کا غضب اس شخص پر بہت شدید ہے، جس کو (اللہ کے) نبی نے قتل کیا، اور اللہ کا غضب اس شخص پر بہت شدید ہے، جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو خون آلود کیا (بخاری)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " :أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، رَجُلٌ قَتَلَهُ نَبِيٌّ، أَوْ قَتَلَ نَبِيًّا، وَإِمَامُ ضَلَالَةٍ، وَمُمَثِّلٌ مِنَ الْمُمَثِّلِينَ

(مسند احمد، رقم الحدیث ۳۸۶۸)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ شدید عذاب، اس آدمی کو ہوگا، جس کو نبی نے قتل کیا، یا جس نے نبی کو قتل کیا، اور گمراہ امام (ومقتداء) کو اور مثلہ کرنے والوں میں سے مثلہ کرنے والے کو (یعنی جو کسی کا حلیہ بگاڑ دے، مثلاً ناک، کان وغیرہ کاٹ دے) (مسند احمد)

[1] قال شعیب الأرنؤوط :إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

پس جن لوگوں نے اللہ کو فقیر، اور اپنے آپ کو غنی کہنے کا جھوٹ باندھا، اور نبیوں کو قتل کیا، جیسا کہ بنی اسرائیل نے، ان کے ان کرتوتوں کی وجہ سے ان کو دہکتی ہوئی آگ کا عذاب دیا جائے گا، اور کہا جائے گا کہ اب ان بداعمالیوں کا مزہ چکھو۔

پھر اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ

مطلب یہ ہے کہ دہکتی ہوی آگ کا عذاب، ان لوگوں کی مذکورہ بداعمالیوں کا بدلہ ہوگا، اللہ اپنے بندوں پر ادنیٰ بھی ظلم نہیں کیا کرتا۔

اس طرح دہکتی ہوی آگ کے عذاب، اور اللہ کے ظلم نہ کرنے کا قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی ذکر آیا ہے۔

چنانچہ سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ . ذَٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ (سورة الانفال، رقم الآية ٥٠ و ٥١)

ترجمہ: اور چکھو تم دہکتے ہوئے عذاب کو، یہ اس وجہ سے ہے، جو آگے کیا تمہارے ہاتھوں نے، اور بے شک اللہ نہیں ہے، بندوں پر ظلم کرنے والا (سورہ انفال)

سورہ حج میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے جدال اور تکرار و بحث و مباحث کرنے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ. ذَٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاکَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ (سورة الحج، رقم الآية ٩ و ١٠)

ترجمہ: اور چکھائیں گے ہم اس کو قیامت کے دن، دہکتا ہوا عذاب، یہ اس وجہ سے ہے کہ آگے کیا، تیرے ہاتھ نے، اور بے شک اللہ نہیں ہے، بندوں پر ظلم کرنے والا (سورہ حج)

اور سورہ حج ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ (سورة الحج،رقم الآية ٢٢)

ترجمہ: جب جب بھی ارادہ کریں گے وہ یہ کہ نکلیں وہ اس (جہنم) سے غم کی وجہ سے، لوٹا دیا جائے گا ان کو اس (جہنم) میں اور (کہا جائے گا کہ) چکھو تم دہکتا ہوے عذاب کو (سورہ حج)

اور سورہ بروج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ (سورة البروج،رقم الآية ١٠)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو فتنہ کرتے ہیں، مومن مَردوں اور مومن عورتوں سے، پھر نہ توبہ کی انہوں نے، تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے، اور ان کے لئے دہکتا ہوا عذاب ہے (سورہ بروج)

پھر سورہ آلِ عمران کی اگلی آیت میں اللہ نے فرمایا کہ:

”اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ، قُلْ قَدْ جَاءَ كُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ“

”وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ نے عہد لیا ہے ہم سے کہ ہم ایمان نہ لائیں کسی رسول پر، یہاں تک کہ وہ لائے ہمارے پاس ایسی قربانی کہ کھا جائے اس کو آگ، کہہ دیجیے آپ کہ یقیناً آ چکے ہیں کئی رسول تمہارے پاس مجھ سے پہلے، واضح دلائل کے ساتھ، اور اس (قربانی) کے ساتھ، جو کہا تم نے، پھر کیوں قتل کیا تم نے ان (نبیوں) کو، اگر تم سچے ہو“

اس آیت میں مذکورہ کافروں کی ایک اور جھوٹی بات کا ذکر کیا گیا ہے، انہوں نے اللہ پر یہ جھوٹ بھی باندھا تھا کہ اللہ نے ہم سے یہ عہد لیا ہوا ہے کہ تم کسی رسول پر اس وقت تک ایمان مت لانا، جب

تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے، جس کو آگ کھالے، یعنی پہلی امتوں کی قربانی میں آسمان سے آگ نازل ہوا کرتی تھی، اور جس کی قربانی قبول ہوتی تھی، اس کو وہ آگ جلاکر ختم کردیا کرتی تھی۔

کافروں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ جب تک آپ یہ کام ہمارے سامنے ظاہر نہیں کریں گے، ہم آپ پر ایمان نہیں لاسکتے۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے سامنے ایسے بہت سے نبی پہلے آچکے ہیں، جنہوں نے یہ کام کرکے دکھلایا، بلکہ اس سے بھی زیادہ روشن اور واضح دلائل اور معجزے تمہارے سامنے ظاہر کیے، لیکن تم ان پر ایمان تو کیا لاتے، تم نے ان کو قتل تک بھی کردیا۔

اس لئے تم اپنے اس دعوے اور مطالبہ میں سچے ہرگز نہیں ہو۔

اور اللہ نے اس امت کے لئے قربانی کا وہ طریقہ ختم کردیا، جو پہلے لوگوں کے لئے تھا، اس لئے اس امت میں اس کی ضرورت نہیں، اور نہ ہی تمہارا مطالبہ فائدہ مند ہے۔

پھر اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی تکذیب کرنے پر اپنے نبی کو تسلی دینے کے لئے فرمایا کہ:

”فَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقَدۡ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ جَآءُوۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالۡكِتٰبِ الۡمُنِيۡرِ“

”پھر اگر تکذیب کریں وہ لوگ آپ کی، تو یقیناً تکذیب کی جاچکی ہے، رسولوں کی آپ سے پہلے، جو لائے تھے واضح نشانیوں کو اور صحیفوں کو اور روشن کتاب کو“

مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے اور جھٹلاتے ہیں، تو اس میں نبی کی، یا اللہ کی طرف سے دلائل اور نشانیوں کی کمی نہیں، بلکہ یہ تو پہلے سے ایسے ہی ہیں، جو اللہ کی طرف سے واضح دلائل ومعجزات آنے اور اللہ کی طرف سے صحیفے ورسالے نازل ہونے، اور روشن کتاب، یعنی توارات اور انجیل، آنے کے باوجود ایمان نہیں لائے۔

قرآن مجید میں دوسرے مواقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والوں کے ردِعمل میں

حسبِ موقع وحسبِ حکمت جوابات دیے گئے ہیں۔

چنانچہ سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ (سورة الانعام،رقم الآية ١٤٧)

ترجمہ: پھر اگر تکذیب کریں وہ آپ کی،تو کہہ دیجیے آپ کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے،اور نہیں رد کیا جا سکتا،اس کی پکڑ کو مجرم قوم سے (سورہ انعام)

مطلب یہ ہے کہ اگر رسول کی تکذیب پر اللہ کی طرف سے فوری پکڑ نہیں ہو رہی،تو وہ اللہ کی وسیع رحمت کا نتیجہ ہے،اوران کے لیے سنبھلنے،توبہ کرنے کا موقع ہے، پھر جب اللہ کی پکڑ آئے گی،تو مجرم قوم کا کوئی اس پکڑ سے دفاع کرنے والا نہ ہوگا۔

اورسورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ (سورة يونس،رقم الآية ٤١)

ترجمہ: اور اگر تکذیب کریں وہ آپ کی،تو کہہ دیجیے آپ کہ میرے لئے میرا عمل ہے،اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے،تم بری ہو ان کاموں سے جو عمل کرتا ہوں میں،اور میں بری ہوں،ان کاموں سے جو عمل کرتے ہو تم (سورہ یونس)

اس آیت میں اللہ کے نبی کے ساتھ تکذیب کرنے والے ہٹ دھرموں کو جواب دیا گیا کہ تم اپنے کام سے کام رکھو اور ہم اپنے کام سے کام رکھتے ہیں،اور جو تم تکذیب کر کے بدعملی اور اللہ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہو،تو میں اپنی ذمہ داری پوری کر کے بریٔ ہو چکا،اب تم ہی اس کے وبال کے مستحق شمار ہو گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کافروں کی طرف سے اللہ پر جھوٹ باندھنا اور بے تکے مطالبات کرنا،سخت عذاب اور پکڑ کا باعث ہے،اللہ تعالیٰ سب کے اعمال کو لکھ رہا ہے،اور کوئی بھی اللہ سے مخفی نہیں۔

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

مال ودولت کا فتنہ (قسط1)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کواس بات سے بھی آگاہ فرمادیا کہ پہلی امتوں کے لئے بھی کوئی نہ کوئی فتنہ ہوا کرتا تھا،اوراس امت کا فتنہ''مال'' ہے،اوراس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قیامت کا قیام شریرترین لوگوں پر ہوگا،اوردنیا میں سب سے بڑا فتنہ مال ہے،جس کی سرسبزوشادابی ،اورمٹھاس سے متاثر ہوکرلوگ اس میں ترقی کرتے جائیں گے،اورقیامت سے پہلے مال ودولت کی فراوانی ہوگی،اورزمین آہستہ آہستہ اپنے تمام خزانوں کوباہرلائے گی،اورقیامت سے کچھ پہلے اپنے تمام معادن وخزائن کواگل دے گی،اس لئے مال کے فتنہ میں مبتلاء ہوکرطرح طرح کے فتنے جنم لیں گے،اوراس کے نتیجہ میں زمین فتنہ وفسادات کا گہوارہ بن کررہ جائے گی۔

اب اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ احادیث کوملاحظہ فرمائیں،جن میں بطورتائید وتوضیح کے صحابۂ کرام کی بعض روایات وآثار بھی شامل ہیں۔

حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ أُمَّتِي الْمَالُ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٢٣٣٦، ابواب الزهد، باب ما جاء أن فتنة هذه الأمة فی المال) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرامت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہےاور میری امت کے لئے فتنہ مال ہے(ترمذی)

اورمسنداحمد میں حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً، وَإِنَّ

[1] قال الترمذی:هذا حديث حسن صحيح غريب، إنما نعرفه من حديث معاوية بن صالح.

www.idaraghufran.org

فِتْنَةَ أُمَّتِي الْمَالُ (مسند احمد، رقم الحديث ١٧٤٧١) ؎۱

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر امت کے لیے کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ ہر اُمت کی فتنہ، آزمائش وامتحان، اور گمراہی وگناہ میں مبتلاء ہونے کا باعث بننے کے لیے کوئی خاص چیز ہوا کرتی ہے، اور امتِ محمدیہ کی اُمت کے فتنہ، امتحان وآزمائش، اور گمراہی میں مبتلاء کرانے کی خاص چیز مال ہے، جس میں دل کے مشغول ہونے کی وجہ سے نیک کام سے محرومی اور آخرت سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ ؎۲

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا إِنَّ الدِّيْنَارَ وَالدِّرْهَمَ أَهْلَكَا مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَهُمَا مُهْلِكَاكُمْ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٦٩٤، كتاب الرقائق، باب الفقر والزهد والقناعة) ؎۳

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ، بے شک دینار، اور درہم دونوں (یعنی سونے اور چاندی) نے تم سے پہلے لوگوں کو کو ہلاک کیا تھا، اور یہ دونوں تمہیں بھی ہلاک کریں گے (صحیح ابنِ حبان)

آج کی ترقی یافتہ دنیا نے بھی عالمی سطح پر اس چیز کو تسلیم کرلیا ہے کہ مال ودولت کی معیشت کی بنیاد سونے اور چاندی پر ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

؎۱ قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد قوى، الحسن بن سوار صدوق لا بأس به، وباقى رجال الإسناد ثقات رجال الصحيح غير صحابى الحديث، فقد روى له الترمذى والنسائى (حاشية مسند احمد)

؎۲ (إن لكل أمة فتنة) أى امتحانا واختبارا .وقال القاضى: أراد بالفتنة الضلال والمعصية (وإن فتنة أمتى المال) أى الالتهاء به لأنه يشغل البال عن القيام بالطاعة وينسى الآخرة قال سبحانه وتعالى "إنما أموالكم وأولادكم فتنة" (فيض القدير للمناوى، ج٢ ص٥٠٧، تحت رقم الحديث ٢٤٠٧، حرف الهمزة)

؎۳ قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين وأورده الهيثمى فى "المجمع" 10/245، وقال :رواه الطبرانى فى "الكبير "و"الأوسط "وإسناده حسن.

وله شاهد من حديث ابن مسعود عند الطبرانى فى "الكبير"10069" "، والبزار "3613"، وفى سنده يحيى بن المنذر، وهو ضعيف (حاشية صحيح ابنِ حبان)

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،قَالَ:إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَإِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ (صحيح مسلم،رقم الحديث ۲۷۴۲ "۹۹"كتاب الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء، وأكثر أهل النار النساء)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا سرسبز، میٹھی ہے،اور بے شک (میرے بعد) اللہ،اس دنیا میں تمہارا نگران ہے،پس وہ دیکھے گا کہ تم کیسا عمل کرتے ہو،پس تم دنیا سے ڈرنا،اورتم عورتوں سے ڈرنا،کیونکہ بنی اسرائیل کا سب سے پہلا فتنہ عورتوں میں تھا (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ میں تو بعد میں تمہاری نگرانی کے لئے موجود نہیں ہوں گا،اللہ تم پر نظر رکھے گا،اور دنیا اورعورتیں خوف کی چیزیں ہیں،جو تمہیں فتنہ میں مبتلاء کرنے کا باعث ہوں گی،اس لئے تم ان دونوں چیزوں سے خوف رکھنا،ان کی طرف سے فتنوں میں مبتلاء نہ ہوجانا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِنَّ أَكْثَرَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مَا يُخْرِجُ اللّٰهُ لَكُمْ مِنْ بَرَكَاتِ الْأَرْضِ ،قِيلَ:وَمَا بَرَكَاتُ الْأَرْضِ؟ قَالَ: زَهْرَةُ الدُّنْيَا ،فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ:هَلْ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ؟ فَصَمَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ، ثُمَّ جَعَلَ يَمْسَحُ عَنْ جَبِينِهِ، فَقَالَ:أَيْنَ السَّائِلُ؟ قَالَ:أَنَا،قَالَ أَبُو سَعِيدٍ:لَقَدْ حَمِدْنَاهُ حِينَ طَلَعَ ذٰلِكَ،قَالَ:لَا يَأْتِي الْخَيْرُ إِلَّا بِالْخَيْرِ، إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، وَإِنَّ كُلَّ مَا أَنْبَتَ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ حَبَطًا أَوْ يُلِمُّ، إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرَةِ، أَكَلَتْ حَتّٰى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا، اِسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ، فَاجْتَرَّتْ وَثَلَطَتْ وَبَالَتْ، ثُمَّ عَادَتْ فَأَكَلَتْ،وَإِنَّ هٰذَا الْمَالَ حُلْوَةٌ، مَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ، وَوَضَعَهُ فِي حَقِّهِ، فَنِعْمَ الْمَعُونَةُ هُوَ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا

يَشْبَعُ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٤٢٧، كتاب الرقاق، باب ما يحذر من زهرة الدنيا والتنافس فيها)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمہاری طرف سے جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے، وہ ''زمین کی برکات'' ہیں، عرض کیا گیا کہ ''زمین کی برکات'' کیا ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ'' دنیا کی زینت ورونق'' تو ایک شخص نے عرض کیا کہ کیا خیر سے شر پیدا ہوتا ہے؟ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کرنا شروع کیا، پھر فرمایا کہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ ابوسعید کہتے ہیں کہ ہم نے اس بات کے ظاہر ہونے پر اللہ کی حمد بیان کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیر سے خیر ہی پیدا ہوتی ہے۔

یہ مال ''سرسبز وشاداب اور میٹھے چارہ کی طرح'' ہے، ، اور موسم بہار میں اگنے والا تر و تازہ اور سرسبز وشاداب چارہ جانور کی بدہضمی ، یا ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے، سوائے اس جانور کے جو اس سبزہ کو کھائے ، پھر جب اس کی دونوں کوکھیں بھر جائیں، تو وہ سورج کی طرف منہ کر کے جگالی کرے، اور بول و براز کرے، اس کے بعد پھر دوبارہ کھائے (اور یہی عمل کرے، تو وہ نہ بدہضمی میں مبتلاء ہوتا، نہ ہی ہلاک ہوتا) اور بے شک یہ مال (سرسبز وشاداب ہونے کے ساتھ ساتھ) میٹھا ہے، جس نے اس کو حق کے ساتھ لیا، اور حق ہی میں خرچ کیا، تو وہ عمدہ معاون ہے، اور جس نے اس کو ناحق لیا، تو وہ اس شخص کی طرح ہے، جو کھاتا ہے، لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا (یعنی ناحق لینے والے کے مال میں برکت نہیں ہوتی ، اور اس کی ضروریات کبھی پوری نہیں ہوتیں) (بخاری)

دوسری روایت میں مال کے حق میں خرچ کرنے کی بعض مثالیں بھی بیان کردی گئی ہیں۔

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْمِنبَرِ، فَقَالَ: إِنَّمَا أَخْشٰى

www.idaraghufran.org

عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَرَكَاتِ الْأَرْضِ، ثُمَّ ذَكَرَ زَهْرَةَ الدُّنْيَا، فَبَدَأَ بِإِحْدَاهُمَا، وَثَنّٰى بِالْأُخْرٰى، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَوَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ؟ فَسَكَتَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْنَا: يُوْحٰى إِلَيْهِ، وَسَكَتَ النَّاسُ كَأَنَّ عَلٰى رُءُوْسِهِمُ الطَّيْرَ، ثُمَّ إِنَّهُ مَسَحَ عَنْ وَجْهِهِ الرُّحَضَاءَ، فَقَالَ: أَيْنَ السَّائِلُ آنِفًا، أَوَخَيْرٌ هُوَ ثَلَاثًا. إِنَّ الْخَيْرَ لَا يَأْتِيْ إِلَّا بِالْخَيْرِ، وَإِنَّهُ كُلَّمَا يُنْبِتُ الرَّبِيْعُ مَا يَقْتُلُ حَبَطًا أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرِ، كُلَّمَا أَكَلَتْ حَتّٰى إِذَا امْتَلَأَتْ خَاصِرَتَاهَا، اِسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ، فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ، ثُمَّ رَتَعَتْ. وَإِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، وَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ لِمَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ، فَجَعَلَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، وَمَنْ لَمْ يَأْخُذْهُ بِحَقِّهِ، فَهُوَ كَالْآكِلِ الَّذِيْ لَا يَشْبَعُ، وَيَكُوْنُ عَلَيْهِ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٢٨٤٢، كتاب الجهاد والسير، باب فضل النفقة فى سبيل الله)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے، پھر فرمایا کہ میں اپنے بعد تم پر اس چیز کا خوف کرتا ہوں کہ تم پر زمین کی برکات فتح کردی جائیں گی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی زیب وزینت اور رونق کا یکے بعد دیگرے ذکر فرماتے چلے گئے۔

تو ایک آدمی نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا بھلائی اپنے ساتھ برائی بھی لاتی ہے؟ (یعنی ملکی فتوحات، اور دوسرے جائز ذریعہ سے حاصل شدہ مال، خیر والا ہے، پھر یہ شر کا باعث کیسے ہوگا؟)

اور سب لوگ اس طرح خاموش رہے، جیسا کہ ان کے سروں پر پرندہ ہو (اور وہ اڑ نہ جائے)، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ سے پسینہ صاف کیا (جو وحی نازل ہونے کے وقت آتا تھا) اور پھر فرمایا کہ اب سوال کرنے والا شخص کہاں ہے؟ کیا اچھا سوال ہے وہ، یہ بات تین مرتبہ فرمائی (یعنی اس سوال کی تحسین فرمائی)

بے شک خیر نہیں لاتی، مگر خیر ہی کو،لیکن جب جب بھی موسمِ بہار، سبزہ کو اگاتی ہے، تو وہ (بسیار خوری و) بدہضمی کے باعث جانور کو، یا تو بالکل ہلاک کر دیتا ہے، یا ہلاکت کے قریب پہنچا دیتا ہے، سوائے اس طرح اس سبزہ کو کھانے والے کے، جو جب بھی کھاتا ہے، تو دونوں کوکھیں بھرنے کے بعد سورج کے سامنے آ جاتا ہے (تاکہ وہاں جگالی کرے، اور پیٹ گرم ہو کر کھانا ہضم ہو جائے) پھر قضائے حاجت (پیشاب و پاخانہ) کرتا ہے، پھر اس کے بعد دوبارہ چرتا ہے (کہ وہ نہ تو ہلاک ہوتا، نہ ہلاکت کے قریب پہنچتا، اسی طرح ضرورت کے بقدر مال حاصل کرنے اور اس کو صحیح مصرف میں خرچ کرتے رہنے والے شخص کی بھی حالت ہے)

اور بے شک یہ مال سرسبز ہونے کے ساتھ میٹھا بھی ہے (اس لئے اس کے کھانے اور حاصل کرنے کی زیادہ رغبت ہوتی ہے، جس کے نتیجہ میں وہ ہلاکت، یا قریب بہ ہلاکت کا سبب بنتا ہے، جس طرح گھاس چارہ جانور کے کام آتا ہے، تو یہ مال انسان کے کام آتا ہے، پس جانور حرص کی وجہ سے بے اعتدالی سے گھاس چر کر اس نعمت کو اپنے لیے مصیبت بنالیتا ہے) اور وہ مسلمان بہت اچھا ہے، جو اس مال کو اس کے حق کے ساتھ (یعنی حلال طریقہ، اور حلال مقصد سے) حاصل کرتا ہے، پھر اس کو اللہ کے راستے، اور یتیموں، اور مسکینوں، اور (محتاج) مسافروں پر خرچ کرتا ہے۔

لیکن جو شخص اس مال کو اس کے حق کے ساتھ نہیں لیتا (یعنی جس طرح حلال طریقہ پر لینے کا اسے حق ہے، اس طرح نہیں لیتا) تو وہ اس کھانے والے کی طرح ہے، جس کا پیٹ نہیں بھرتا (یعنی حرام و ناجائز طریقہ سے لینے میں اور حریص آدمی کے مال میں نہ برکت ہوتی، نہ اس کا جائز فائدہ ہوتا)

اور یہ مال قیامت کے دن اس (ناحق لینے، یا حق جگہ خرچ نہ کرنے والے) کے خلاف گواہ بنے گا (بخاری)

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

علماء پر برتری، اور جہلاء سے جھگڑے کی برائی

(25-ربیع الثانی-1446ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں آج سے چودہ سو سال پہلے قیامت تک پیش آنے والے حالات سے اپنی امت کو آگاہ فرمادیا تھا، جس میں علم وجہالت، مال ودولت وغیرہ سے متعلق تمام فتنوں کا ذکر تھا۔

ہماری ایک مفصل کتاب دوجلدوں میں ’’قربِ قیامت اور فتنوں کا ظہور‘‘ کے نام سے ان شاء اللہ تعالیٰ شائع ہونے والی ہے، جس میں اس قسم کے فتنوں کو جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

موجودہ زمانہ میں ایک فتنہ علمی رنگ کا بہت کثرت کے ساتھ رونما ہو رہا ہے کہ علمِ دین کے حصول میں نیتوں میں بہت زیادہ فساد پیدا ہو رہا ہے، کوئی علمائے حق کے خلاف برتری اور اپنی فوقیت ظاہر کرنے، کوئی جہلائے زمانہ سے جنگ وجدل کرنے، اور کوئی مال ودولت اور جاہ ومنصب کے حصول کی خاطر علم حاصل کرتا ہے۔

اور آج عام طور پر دینی مدارس میں تزکیہ کا اہتمام بہت کم ہے، جس کی وجہ سے ان چیزوں کی اصلاح بھی نہیں ہوتی، اور بڑی شان وشوکت کے ساتھ علماء فارغ التحصیل ہو کر نکل جاتے ہیں، اور پھر باہر نکل کر زندگی بھر کے لئے اس قسم کے فتنوں میں خود بھی مبتلاء ہوتے ہیں، اور قوم کے ہزاروں افراد کو بھی طرح طرح کے فتنوں میں مبتلاء کرتے ہیں۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عَنْ النَّبِیِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، قَالَ " :مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ، أَوْ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ، أَوْ لِيَصْرِفَ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ، فَهُوَ فِي

www.idaraghufran.org

النَّار(سنن ابنِ ماجه،رقم الحديث ۲۵۳ ،بَابُ الِانْتِفَاعِ بِالْعِلْمِ وَالْعَمَلِ بِهِ) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے علم کو اس لئے طلب کیا، تاکہ وہ اس علم کے ذریعہ سفہاء (یعنی جاہلوں) سے تکرار کرے، یا اس علم کے ذریعہ علماء کے سامنے بڑائی ظاہر کرے، یا لوگوں کے چہروں کو اپنی طرف پھیرے (یعنی مال وعزت کو حاصل کرے) تو وہ آگ (یعنی جہنم) میں جائے گا (سنن ابنِ ماجہ)

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِتُبَاهُوا بِهِ الْعُلَمَاءَ، وَلَا لِتُمَارُوا بِهِ السُّفَهَاءَ، وَلَا تَخَيَّرُوا بِهِ الْمَجَالِسَ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ، فَالنَّارُ النَّارُ(سنن ابنِ ماجه،رقم الحديث ۲۵۴ ،بَابُ الِانْتِفَاعِ بِالْعِلْمِ وَالْعَمَلِ بِهِ) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم علم اس لئے حاصل نہ کرو، تاکہ تم اس علم کے ذریعہ علماء کے سامنے بڑائی ظاہر کرو، یا تم اس علم کے ذریعہ سفہاء (یعنی جاہلوں) سے تکرار کرو، اور نہ تم اس علم کے ذریعہ (دنیوی جاہ کی) مجالس تلاش کرو، پس جو ایسا کرے گا تو آگ ہے آگ (یعنی اس کے لئے جہنم ہے) (سنن ابنِ ماجہ)

علماء سے، علمائے حق مراد ہیں، خواہ وہ اہل السنہ کے کسی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہوں، اور سفہاء سے جہلاء مراد ہیں، کیونکہ علمِ حق سے محروم ہونے کی وجہ سے وہ کم عقل وکم فہم ہوتے ہیں، خواہ اس وجہ سے کہ ان کا تعلق اہلِ باطل فرقوں سے ہے، جن کا پاس علمِ صحیح کی کمی ہوتی ہے، یا وہ اہلِ حق سلسلہ سے تعلق رکھتا ہو، لیکن جو نبیوں والا صحیح اور برحق علم ہے، اس کی حقیقت سے محروم ہو، یا بالکل کورا، چٹا جاہل ہو۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره إن شاء الله، وهذا إسناد ضعيف لضعف حماد بن عبد الرحمن، وجهالة أبي كرب الأزدي. وله شاهد من حديث كعب بن مالك عند الترمذي 2845))، وسنده ضعيف. ويشهد له حديث جابر الآتي. وانظر ما سيأتي برقمي 259)) و 260)) بإسنادين واهيين(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره، رجاله ثقات رجال الصحيح لكن فيه عنعنة ابن جريج وأبي الزبير. وأخرجه الحاكم 86 /1، وابن عبد البر في "جامع بيان العلم 187 /1 "من طريق ابن أبي مريم، بهذا الإسناد. وهو في "صحيح ابن حبان(حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

علامہ مناوی نے مذکورہ حدیث کی شرح میں فرمایا:

(من طلب العلم ليجارى له العلماء) أى يجرى معهم فى المناظرة والجدل ليظهر علمه رياء وسمعة (أو ليمارى به السفهاء) أى يحاججهم ويجادلهم به مباهاة وفخرا (أو يصرف به وجوه الناس اليه) أى يطلبه بنية تحصيل المال والجاه واقبال العامة عليه (أدخله الله النار) جزاء بما عمل (التيسير،بشرح الجامع الصغير،ج۲،ص ۴۳۰،حرف الميم)

ترجمہ: جس نے علم کو علماء پر برتری ،یعنی ان کے ساتھ مناظرہ،اور جھگڑا کرنے کے لئے طلب کیا،تاکہ اپنے علم کی ریاکاری اور نام آوری کا اظہار کرے،یا اس علم کے ذریعہ سفہاء (یعنی جہلاء) سے تکرار کرے،اوران سے بڑائی اور فخر کے لئے جدال وجھگڑا کرے،یا اس علم کے ذریعہ لوگوں کے چہروں کو اپنی طرف پھیرے،یعنی مال اور جاہ کو حاصل کرنے ،اورعوام کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے علم کو طلب کرے،تو اللہ اس کو اس عمل کے بدلہ میں جہنم میں داخل فرمائے گا(التیسیر)

اورعلامہ مبارک پوری نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا:

(من طلب العلم) أى لا لله بل (ليجارى به العلماء) أى يجرى معهم فى المناظرة والجدال ليظهر علمه فى الناس رياء وسمعة كذا فى المجمع (أو ليمارى به السفهاء) جمع السفيه وهو قليل العقل والمراد به الجاهل أى ليجادل به الجهال والممارا ة من المرية وهى الشك فإن كل واحد من المتحاجين يشك فيما يقول صاحبه ويشككه مما يورد على حجته.

أو من المرى وهو مسح الحالب ليستنزل ما به من اللبن فإن كلا من المتناظرين يستخرج ما عند صاحبه (تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى،ج۷،ص ۳۴۶،باب ما جاء فى من يطلب بعلمه الدنيا)

ترجمہ: جس نے علم کو اللہ کے لئے نہیں، بلکہ اس لئے طلب کیا،تاکہ اس کے ذریعہ علماء پر برتری ،یعنی ان کے ساتھ مناظرہ،اور جھگڑا کرے،تاکہ لوگوں میں اپنے علم کی

www.idaraghufran.org

ریا کاری،اور نام آوری کا اظہار کرے،جیسا کہ مجمع کتاب میں ہے،یا تا کہ وہ اس علم کے ذریعہ سفہاء سے ممارات کرے۔

’’سفہا‘‘ دراصل’’سفیہ‘‘ کی جمع ہے،یہ نام کم عقل شخص کا ہے،اوراس سے یہاں مراد، جاہل ہے،اور مطلب یہ ہے کہ تا کہ اس علم کے ذریعہ جاہلوں سے جھگڑے۔

اور’’ممارات‘‘ دراصل’’مریہ‘‘ سے ماخوذ ہے،جو شک کو کہا جاتا ہے،کیونکہ ان (علماء وجہلاء سے) جھگڑا کرنے والوں میں سے ہر ایک دوسرے کی کہی ہوئی بات میں شک کرتا ہے۔اور جو دلیل اس کے خلاف پیش کی جاتی ہے،اس میں تشکیک پیدا کرتا ہے۔

یا یہ’’ممارات‘‘ کا لفظ’’مری‘‘ سے ماخوذ ہے،جس کے معنیٰ’’دودھ نکالنے والے کے دودھ نکالتے وقت تھنوں کو رگڑنے اور مسلنے‘‘ کے آتے ہیں،کیونکہ مذکورہ دونوں قسم کے مناظرہ کرنے والے افراد،اپنے مدِ مقابل کے پاس جو کچھ ہوتا ہے،اس کو نکالنے کی کوشش کرتے ہیں (تحفۃ الاحوذی)

اختلافی مسائل میں بعض کا قول وفعل حجت نہیں

(28-ربیع الثانی-1446ھ)

آج کل کم علمی،یا تعصب کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے اختلافی مسائل میں مخصوص علاقہ کے لوگوں اور بزرگوں کے اقوال واعمال کو حجت سمجھ لیا ہے،جو عمل،یا جو قول اس علاقہ کے لوگوں،یا بزرگوں کا ہوتا ہے،اس کو محض اس علاقہ کی وجہ سے دوسرے علاقہ والے لوگوں کے قول وفعل کے مقابلہ میں درست،یا راجح ہونے کا معیار سمجھا جاتا ہے۔

چنانچہ بعض لوگ محض اہلِ دیوبند کی وجہ سے ہر قول وفعل کو ترجیح دیتے ہیں اوراس کو صواب سمجھتے ہیں،اور بعض لوگ اہلِ بریلوی کی وجہ سے،اور بعض لوگ اہلِ لکھنؤ ہونے کی وجہ سے،اور بعض لوگ اہلِ علی گڑھ ہونے کی وجہ سے،یا اہلِ عرب،یا اہلِ حدیث کا ہونے کی وجہ سے حجت سمجھتے ہیں،اور اس کے علاوہ دوسروں کے قول وفعل کو حجت نہیں سمجھتے۔

www.idaraghufran.org

حالانکہ علاقائی بنیاد پر کسی عمل کو درست، یا غیر درست، اور حجت، یا عدمِ حجت قرار دینا درست نہیں، اسی وجہ سے جمہور اہل السنہ کے نزدیک اہلِ مدینہ، یا اہلِ مکہ کا قول وفعل، دوسرے علاقہ والوں کے مقابلہ میں حجت نہیں، بلکہ اصل حجت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعت کے مقرر کردہ اصول ہیں، جن کا قول وفعل ان کے مطابق ہوگا، وہ معتبر ہوگا، اور جو ان کے خلاف ہوگا، وہ غیر معتبر ہوگا۔ چنانچہ علامہ ابنِ قیم فرماتے ہیں:

الجمهور، وقالوا :عمل أهل المدينة كعمل غيرهم من أهل الأمصار، ولا فرق بين عملهم وعمل أهل الحجاز والعراق والشام.
وإذا اختلف علماء المسلمين لم يكن عمل بعضهم حجة على بعض، وإنما الحجة اتباع السنة، ولا تترك السنة لكون عمل بعض المسلمين على خلافها أو عمل بها غيرهم، ولو ساغ ترك السنة لعمل بعض الأمة على خلافها لتركت السنن وصارت تبعا لغيرها؛ فإن عمل بها ذلك الغير عمل بها وإلا فلا، والسنة هى العيار على العمل، وليس العمل عيارا على السنة، ولم تضمن لنا العصمة قط فى عمل مصر من الأمصار دون سائرها، والجدران والمساكن والبقاع لا تأثير لها فى ترجيح الأقوال، وإنما التأثير لأهلها وسكانها (إعلام الموقعين عن رب العالمين، ج ۲، ص ۲۷۴، عمل أهل المدينة،أنواع السنن)

ترجمہ: جمہور کا فرمانا ہے کہ (حجت نہ ہونے کے اعتبار سے) اہلِ مدینہ کا عمل دوسرے شہر والوں کے عمل کی طرح ہے، اور ان کے، اور اہلِ حجاز اور عراق اور شام والوں کے عمل میں کوئی فرق نہیں۔

اور علمائے مسلمین کا (کسی مسئلہ میں) اختلاف ہو، تو ان کے بعض کا عمل، بعض پر حجت نہیں ہوگا، اصل حجت صرف سنت کی اتباع ہوگی، اور سنت کو بعض مسلمانوں کے اس کے خلاف عمل، یا اہلِ مدینہ کے علاوہ دوسروں کے عمل کی وجہ سے چھوڑا نہیں جائے گا۔

اور اگر امت کے بعض لوگوں کے سنت کے خلاف عمل کی وجہ سے سنت کو ترک کرنے کی گنجائش ہوگی، تو سنت کو ترک کرکے، اس کو دوسری چیز کے تابع کرنا لازم آئے گا، پس

اگراس سنت پر کوئی دوسرا(یعنی اہلِ مدینہ کے علاوہ)عمل کرے گا،تو اس سنت کو ہی قابلِ عمل سمجھا جائے گا،اور اگر کوئی دوسرا بھی عمل نہیں کرے گا،تو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا(ایسی صورت میں ساری امت کے ترک کرنے کی وجہ سے وہ سنت متروک ومنسوخ ہوگی)اور سنت ہی عمل کا معیار ہے،اور دوسرے کا عمل سنت کے مقابلہ میں معیار نہیں ہوگا،اور ہمارے لئے کبھی بھی دوسرے شہروں کے مقابلہ میں کسی شہر میں عمل کرنے میں عصمت نہیں ہوگی(کہ ہم اس شہر وعلاقہ کے عمل کو ہر خطاء وعیب اور کمزوری سے پاک اور عین شریعت کے مطابق سمجھیں)اور قبیلے،مقامات اور زمین کے خطے،اقوال کی ترجیح دینے میں اثر انداز نہ ہوں گے،بس تاثیر تو اس علاقہ والوں اور اس کے مکینوں کے لئے ہوگی(یعنی مثلاً مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ میں عمل کی فضیلت زیادہ ہوگی،لیکن وہ وہاں کے باشندوں کا عمل شرعی حجت نہ ہوگا)(اعلام الموقعین)

اصولِ فقہ،اور اجتہاد

(10-جمادی الاولیٰ-1446ھ)

آج کل دینی مدارس میں بڑے اہتمام کے ساتھ اصولِ فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے،اور اس فن سے متعلق کئی چھوٹی،بڑی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں،لیکن اصولِ فقہ کی روشنی میں اجتہاد کرکے موجودہ زمانہ کے مسائل کی تمرین،تفریع وتخریج نہیں کرائی جاتی،بلکہ بہت سے علماء تو یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اجتہاد کا دروازہ مدتِ دراز سے بند ہو چکا ہے،اور پہلے جو کسی نے اجتہاد کرکے جو رائے قائم کردی،اس پر کلام کی گنجائش تک نہیں۔حالانکہ یہ سب باتیں غلط فہمی پر مبنی ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے،ہر زمانے میں اجتہاد کی فرضیت کے ثبوت اور اس کے انکار کی تردید پر ایک مستقل تالیف''**الرد على من أخلد إلى الأرض وجهل ان الاجتهاد فى كل عصر فرض**''کے عنوان سے تحریر کی ہے،اور اس میں اجتہاد ختم ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کا علمی تعاقب کیا ہے،اور پے در پے دلائل وحوالہ جات نقل کیے ہیں۔

www.idaraghufran.org

علامہ سیوطی مذکورہ تالیف میں ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

الخامسة: قال الامام فخر الدين فى المحصول :اهم العلوم للمجتهد علم اصول الفقه.

وقال الغزالى فى المستصفىٰ: اصول الفقه مقصدها تذليل طرق الاجتهاد للمجتهدين.

وقال الذهبى فى بعض كتبه: يا مقلد ويا من يزعم ان الاجتهاد قد انقطع وما بقى مجتهد لاحاجة لک فى الاشتغال باصول الفقه ، ولافائدة فى اصول الفقه الا لمن يصير مجتهدا به، فاذا عرفه ولم يفک تقييدا ، فانه لم يصنع شيئا ، بل اتعب نفسه ، وركب على نفسه الحجة فى مسائل ، وان كان يقرؤه لتحصيل الوظائف ، وليقال فهذا من الوبال (كتاب الرد على من أخلد إلى الأرض وجهل ان الاجتهاد فى كل عصر فرض،ص ٧٠، الباب الرابع، الناشر: المكتبة الثقافة الدينية، القاهرة)

ترجمہ: پانچواں فائدہ: امام فخر الدین نے''المحصول''میں فرمایا کہ مجتہد کے لیے علوم میں اہم علم''اصولِ فقہ'' کا علم ہے۔

اور امام غزالی نے''المستصفیٰ''میں فرمایا کہ''اصولِ فقہ'' کا مقصود، مجتہدین کے لیے اجتہاد کے راستوں کو ہموار کرنا ہوتا ہے۔

اور علامہ ذہبی نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا کہ اے مقلد! اور اے وہ شخص جو یہ گمان کرتا ہے کہ اجتہاد منقطع ہوگیا، اور کوئی مجتہد باقی نہیں رہا، تو پھر تجھے''اصولِ فقہ'' میں مشغول ہونے کی کیا ضرورت ہے، کیونکہ اصولِ فقہ کا فائدہ تو اسی شخص کو ہوتا ہے، جو مجتہد بنتا ہے، پس جب اصولِ فقہ کو پہچان لیا، اور اس نے تقلید سے جان نہیں چھڑائی، تو اس نے کچھ بھی نہیں کیا، بلکہ اپنے آپ کو تھکایا، اور اپنے نفس پر مسائل میں حجت کو سوار کرلیا، اور اگر اصولِ فقہ کو وظائف حاصل کرنے کے لیے، پڑھے گا، یاقیل وقال کے لیے پڑھے گا، تو یہ اس کے لیے وبال ہے(الرد علیٰ من اخلد الی الارض)

علم کے مینار　(امت کے علماء وفقہاء: قسط47)　مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (پچیسواں حصہ)

(8)......قاضی أبوبکر باقلانی

قاضی ابوبکر باقلانی، جن کا پورا ''القاضی أبوبکر محمد بن طیب الباقلانی '' تھا، چوتھی صدی ہجری کے مشہور ماہر فقیہ، محدث، اور اہلِ سنت والجماعت کے متکلم، اصولی، اشاعرہ کے امام، اور عراق میں مالکیہ کی ریاست کی انتہاء کو پہنچنے والے ہیں، جن کی ولادت 338ہجری میں (بمطابق950ء) عراق کے شہر بصرہ میں ہوئی۔

چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے آپ کا شمار''کبار علمائے مالکیہ'' میں کیا ہے، اور اپنی کتاب ''ترتیبُ المدارک'' میں رقم طراز ہیں کہ اہلِ اسلام نے جو القابات ان کو دیئے، ان میں ''شیخ السنة، شیخ الوقت، لسانُ الأمة، سیف السنة، ناصر الاسلام'' وغیرہ شامل ہیں۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم بصرہ میں ہی حاصل کی، جس کے بعد آپ نے بغداد میں سکونت اختیار کی، علم الاصول آپ نے ابنِ مجاہد (متوفی324ھ) سے، اور فقہ شیخ ابوبکر ابہری (متوفی375ھ) سے، اور علومِ حدیث ابوبکر بن مالک قطیعی (متوفی368ھ) اور ابو احمد حسین بن علی نیشاپوری وغیرہ سے حاصل کیے، ان کے علاوہ آپ نے دیگر کئی علماء وبزرگان سے بھی علمی فیض پایا، آپ کے اکثر شیوخ و اساتذہ امام ابوالحسن اشعری کے شاگرد تھے، اور جن حضرات نے آپ سے علمی فیض پایا، ان کی تعداد سینکڑوں میں ہے، جن میں وقت کے شیوخ وامام، اور دیگر بزرگ ہستیاں شامل ہیں۔

دینی وعلمی خدمات

قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ مالکی فقہ کے ایک ماہر عالم، فقیہ ومحدث تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ

آپ کو علم الکلام وعقائد کے میدان میں بھی غیر معمولی مہارت حاصل تھی، بہت بڑے مناظر تھے، قضا کے عہدے پر فائز ہوئے، اور علمی مناظروں ومباحثوں میں بطورِ حَکم مقرر ہوتے تھے، اور آپ کا زیادہ کام اسی حوالے سے جانا گیا۔

چنانچہ آپ اہلِ سنت والجماعت کے مشہور متکلم اور ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کے بعد اشاعرہ کے دوسرے بڑے امام تھے، اسلامی عقائد کا دفاع، عقلی دلائل اور منطقی انداز میں، مختلف فرقِ باطلہ کے عقائد کا رَد، بدعات کا خاتمہ، اوران کے خلاف قلمی ولسانی جہاد، غیر مسلم علماء سے مناظرے و مباحثے، اوراس ضمن میں متعدد تصانیف وتالیفات، آپ کے نمایاں علمی کاموں میں سے ہیں۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ آپ کی ان کی خدمات کی وجہ سے آپ کو چوتھی صدی ہجری کا مجددِ امت مانا جاتا ہے، آپ مسلمانوں کے لیے حفاظتی قلعوں میں سے ایک قلعہ تھے، اپنے زمانہ میں اہلِ سنت کی تلوار اور اہلِ حق متکلمین کے امام تھے، آپ کے زمانہ کے بدعتیوں کو آپ کی وفات پر بہت زیادہ خوشی ہوئی۔

اخلاق وکردار

آپ کی شخصیت میں علمی جلالت کے ساتھ ساتھ، تقویٰ، انکساری، اور اعلیٰ اخلاق بھی شامل تھے، دل کے اچھے اور زبان کے سخی تھے، اپنی بات کو اچھی طرح سے واضح کرنے والے، بہترین فقہ کے حامل، امتِ مسلمہ کے مسائل کے حل کی کوشش کرنے والے، اور ہمیشہ دین کی خدمت کے لیے سرگرم رہتے۔

آپ کی وفات ذیقعدہ 403 ہجری (بمطابق 1013ء) میں ہوئی، آپ کا جنازہ آپ کے صاحبزادے حسن نے پڑھایا، اور مدفن باب حرب بغداد میں ہے (وفیات الاعیان، ج۴، ص۲۶۹، حرف المیم)

تصانیف

قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں تصنیف وتالیف کا بہت کام کیا، آپ ایک ماہر فقیہ ومتکلم تھے، اور اور اصولِ فقہ پر بھی ان کی گہری نظر تھی، چنانچہ آپ نے اپنی کتابوں کے ذریعے بھی ان علوم کی خدمت کی، جن میں ”اعجاز القرآن، الانتصار للقرآن، تمھید الاوائل

وتلخیص الدلائل ''اور''التقریب و الارشاد'' وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔[1]

(9)......أبو الحسن علی اللخمی

مشہور مالکی امام اور فقہ مالکی کی مشہور کتاب ''التبصرۃ'' کے مصنف شیخ ابوالحسن علی بن محمد ربعی کا تعلق موجودہ تیونس (Tunisia) کے ایک شہر قیروان (Kairouan) سے تھا، آپ ''ابوالحسن علی اللخمی ''اورصرف''شیخ اللخمی '' کے لقب سے بھی جانے جاتے ہیں، مالکی فقہ کے امام ومحدث،فقیہ، فاضل، مفتی اور مختلف علوم کے ماہر تھے،جنہیں لغت وادب میں بھی مہارت حاصل تھی،فقہی مسائل وحوادث کی سمجھ بوجھ میں گہری نظراور عمدہ فہم وفراست کے مالک تھے۔

جن اساتذہ سے تعلیم اور علمی فیض پایا،ان ہی کی زندگی میں شہرت حاصل کرلی،اوراپنے اساتذہ کی زندگی میں ہی ان کی آراء وفتاویٰ گردش کرنے لگے،وقت کے فقیہ اوراپنے ملک میں سب سے زیادہ شہرت رکھنے والے تھے،لگ بھگ نوے(90) سال کے قریب عمر پائی،اوراپنے ساتھیوں کے بھی بہت بعدتک باقی رہے،اورمنجملہ افریقہ کے مختلف علاقوں کی قیادت بھی حاصل کی۔

شیخ ابوالحسن لخمی چونکہ قیروان میں پیدا ہوئے تھے،اس لیے تعلیم بھی قیروان کے شیوخ اساتذہ سے حاصل کی،اوراپنی زندگی کا ابتدائی حصہ بھی قیروان میں ہی گزارا،اور قیروان میں ہی درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا،جس کے بعد تیونس کے ہی ایک اورشہر سفیکس (Sfax) کی طرف ہجرت فرمائی،اورزندگی کے باقی ایام یہاں ہی گزارتے ہوئے،مختلف اصحابِ علم سے علمی استفادہ کیا،

---

[1] أبو بکر بن محمد بن الطیب بن محمد القاضی: المعروف بابن الباقلانی .الملقب بشیخ السنة، ولسان الأمة، المتکلم علی مذهب المثبتة، وأهل الحدیث، وطریقة أبی الحسن الأشعری خرج له ابن أبی الفوارس .قال الخطیب أبو بکر فی تاریخ البغدادیین: درس علی أبی بکر ابن مجاهد الأصول، وعلی أبی بکر الأبهری الفقه ......کان شیخ وقته، وعالم عصره ......وإلیه انتهت رئاسة المالکیین فی وقته .وکان حسن الفقه، عظیم الجدل ......وکان حصنا من حصون المسلمین، وما سر أهل البدع بشیء کسرورهم بموته......وأخذ عنه جماعة لا تعد، ودرسوا علیه أصول الفقه والدین (ترتیب المدارک، ج۷، ص ۴۴ الی ۶۹، اصحاب مالک،حرف الکنیٰ. وایضاً فی: تاریخ بغداد، ج۲، ص ۴۵۵، باب محمد، حرف الطاء، رقم الترجمة: ۹۷۸، الاعلام للزرکلی، ج۶، ص ۱۷۶، حرف المیم، القاضی الباقلانی، ۳۳۸--۴۰۳)

اوردرس وتدریس، اورتصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری فرمایا۔

آپ کی وفات 478ہجری میں ہوئی، جبکہ ولادت کا سال 390ہجری ذکر کیا گیا ہے، آپ کا مقبرہ اورمسجد آج بھی سفیکس شہر میں''جامع اللخمی ''کے نام سے موجود ہے۔

معروف کام

شیخ ابو الحسن اللخمی نے فقہ مالکی کی مشہور کتاب''المدوّنہ'' کی تشریح وتفسیر کرتے ہوئے ایک کتاب''التبصرۃ'' کے نام سے تالیف فرمائی، یہ کتاب فقہ مالکی کے اہم مصادر میں شامل ہے، جبکہ بعض حضرات نے''التبصرۃ'' کوفقہ مالکی کے متون میں بھی شامل کیا ہے۔

''التبصرۃ'' کی خصوصیات:

''التبصرۃ''فقہ مالکی کے اصول وفروع کے مسائل کاایک جامع ذخیرہ ہے،جس میں فقہ مالکی کے اصول وفروع کووضاحت اورتحقیق کے ساتھ بیان کیا گیاہے،اوریہ مالکی مکتبِ فکر میں ایک معتبراور قابل اعتمادمرجع کےطور پرجانی جاتی ہے، چنانچہ''التبصرۃ''میں خاص طور پرروزمرہ کے پیش آمدہ عملی مسائل پرتوجہ دی گئی ہے،اوران پرمختلف علماء وفقہاء کی آراءکوبھی ذکرکیا گیاہے،اس کے علاوہ مصنف رحمہ اللہ نے مسائل کے ساتھ ساتھ شرعی دلائل کا بھی ذکرکیاہے،اور مالکی مکتبۂ فکر کے اندرموجودمختلف اقوال اوران کے دلائل کی وضاحت بھی کی گئی ہے،تاکہ کتاب کے قاری کومسائل کی گہرائی کاعلم ہو،جس سے اس کتاب کی علمی قدروقیمت میں اضافہ ہوتاہے۔

مالکی فقہ کی دیگر بڑی کتابوں، جیسے''المدوّنہ،مختصرخلیل'' کےساتھ''التبصرۃ''نے بھی مالکی مکتبۂ فکر کی تشکیل میں اہم کرداراداکیا،اس لیے یہ کتاب اگرچہ بنیادی متون کے زمرے میں نہیں آتی، لیکن فقہ مالکی کی تفہیم اورمسائل کے استنباط کے لیےایک اہم ذریعہ ضرورہے،جس نے بعد میں آنے والی کئی مشہورشروحات اورتصانیف پراثرڈالا۔[1]

[1] اللخمی: علی بن محمد الربعی، أبو الحسن، المعروف باللخمی: فقیہ مالکی، لہ معرفة بالأدب والحدیث، قیروانی الأصل .نزل سفاقس وتوفی بھا .صنف کتبا مفیدة، من أحسنھا تعلیق کبیر علی المدونة فی فقہ المالکیة، سماہ ''التبصرة'' أورد فیہ آراء خرج بھا عن المذھب (الاعلام للزرکلی، ج۴، ص ۳۲۸، تحت الترجمة: اللخمی)

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ(قسط97) مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں نئی ریاستی اصلاحات (قسط3)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی ریاست کے عدالتی نظام میں بنیادی اور جامع اصلاحات کی گئیں جو اسلامی تاریخ میں عدل وانصاف کی ایک سنہری مثال کے طور پر جانی جاتی ہیں۔ان اصلاحات نے نہ صرف عدلیہ کو منظّم کیا بلکہ اس کے شفاف اور غیر جانبدارانہ نظام کو یقینی بنایا۔

عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا تاکہ قاضی (جج) آزادانہ طور پر فیصلے کر سکیں اور کسی بھی حکومتی یا ذاتی دباؤ سے محفوظ رہیں۔قاضی کو اپنے فیصلے کرنے میں مکمل آزادی حاصل تھی۔اس کا مقصد عدلیہ کی غیر جانبداری کو یقینی بنانا تھا۔(الفاروق شبلی نعمانی(ندوۃ المصنفین،دہلی1914)ص۳۳۷)

قاضیوں کی تقرری:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی ریاست کے مختلف علاقوں میں قاضیوں کی تقرری کی اور ان کے انتخاب میں ان اصولوں کو پیشِ نظر رکھا جن میں یہ کہ قاضی کو قرآن وسنت،اجماع،اور قیاس میں مہارت حاصل ہونی چاہیے،اور قاضی کا کردار بے داغ اور اخلاقی معیار بلند ہونا چاہیے۔قاضی کو کسی بھی دباؤ یا خوف کے بغیر حق پر مبنی فیصلے کرنے کا اہل ہونا چاہیے۔آپ رضی اللہ عنہ نے انہی شرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت شریح رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا گیا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں عدالتی امور کی ذمہ داری دی گئی۔(سیوطی،جلال الدین،تاریخ الخلفاء(دارالفکر،بیروت1994)ص۱۳۴)

www.idaraghufran.org

عدالتی ضوابط اور اصولوں کا قیام:

عمر رضی اللہ عنہ نے قاضیوں کے لیے واضح ہدایات اور اصول وضع کیے تاکہ عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوں، آپ نے قاضیوں کو شرعی اصولوں کے مطابق فیصلے کرنے کا پابند بنایا۔ قاضی گواہوں کی تصدیق کے بغیر فیصلہ نہیں کرسکتا۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ ہر مقدمے میں مکمل تحقیق کی جائے تاکہ انصاف یقینی ہو۔ قاضی کو حکم دیا گیا کہ وہ کسی بھی فریق کے ساتھ امتیازی سلوک نہ کرے، چاہے وہ غریب ہو یا امیر۔

عدالتوں کا قیام اور نظام کا استحکام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی ریاست کے ہر اہم شہر میں عدالتیں قائم کیں تاکہ عوام کو فوری اور منصفانہ انصاف مل سکے۔ ان عدالتوں کے ذریعے مقدمات کا فیصلہ جلدی اور شفاف طریقے سے کیا جاتا تھا۔ عدالتوں کی نگرانی کے لیے ذمہ دار افسر مقرر کیے گئے تھے جو عدالتی امور کو مؤثر طریقے سے چلاتے تھے۔

مساوات پر مبنی عدل:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عدل کے نظام میں مساوات کو یقینی بنایا۔ قانون کے سامنے تمام افراد برابر تھے، چاہے وہ عام شہری ہو، ایک معزز شخص ہو، یا خلیفہ خود۔ مثال: ایک مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا مقدمہ ایک عام شہری کے ساتھ پیش آیا، اور قاضی نے فیصلہ بیٹے کے خلاف دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فیصلے کو خوش دلی سے قبول کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گواہی کے نظام کو منظّم کیا جھوٹی گواہی کی سختی سے ممانعت کی۔ گواہوں کی تصدیق کے لیے شرائط مقرر کیں، جیسے دیانتداری اور قابل اعتماد ہونا۔ عورتوں اور غلاموں کی گواہی کے حوالے سے اصول وضع کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضیوں کے لیے معقول تنخواہوں کا نظام وضع کیا تاکہ وہ مالی لحاظ سے کسی کے محتاج نہ ہوں اور غیر جانبداری کے ساتھ فیصلے کریں۔ اس کا مقصد قاضیوں کو رشوت اور دباؤ سے بچانا تھا۔ (الخراج لابی یوسف)

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

جاڑے کی ماؤں کی محبت

ایک سرد صبح تھی۔ آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے، اور ٹھنڈی ہوائیں محسوس ہو رہی تھیں جیسے برف کے تیز تیروں کی طرح چبھ رہی ہو۔ احمد، حمزہ، اور علی تین بھائی تھے، جو اپنے والدین کے ساتھ ایک چھوٹے سے گھر میں رہتے تھے۔ ان کے علاقے میں گیس کی لوڈ شیڈنگ چل رہی تھی، اور سردیوں کے ان دنوں میں یہ ایک بہت بڑی مشکل بن چکی تھی۔ صبح کے وقت، احمد نے رضائی میں سے اپنا سر نکالا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور اس کے چہرے پر نیند کا اثر واضح تھا۔ اس نے اپنی آنکھیں ملتے ہوئے کہا: ''امی! ناشتہ تیار ہو گیا؟ میرے پیٹ میں تو چوہے دوڑ رہے ہیں'' کچن میں، ان کی والدہ لکڑیوں کی آگ پر توا رکھے پراٹھے بنا رہی تھیں۔ چولہے کے قریب بیٹھنے کے باوجود ان کے ہاتھ سردی سے کانپ رہے تھے۔ انہوں نے احمد کی آواز سن کر مسکراتے ہوئے کہا ''بس تھوڑی دیر اور، میرے بچے! پراٹھے بن رہے ہیں، انڈے بھی تیار ہو رہے ہیں۔ تم لوگ جلدی سے جا کر وضو کر کے فجر کی نماز پڑھ لو۔'' حمزہ، جو احمد سے بڑا تھا اور ابھی اپنی رضائی میں لپٹا ہوا تھا، جھنجھلا کر بولا: حمزہ: ''امی! گیس تو ہے نہیں، پھر آپ ناشتہ کیسے بنا رہی ہیں؟ کیا جادو کر رہی ہیں؟'' امی نے چٹخارے لیتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا ''جادو نہیں بیٹا، ماؤں کے لئے مشکل کوئی چیز نہیں ہوتی۔ رات ہی لکڑیوں کا انتظام کر لیا تھا تاکہ تم لوگوں کو صبح بھوکا نہ رہنا پڑے۔'' علی، جو سب سے چھوٹا تھا، رضائی کے اندر سے ہی بولا ''امی، آپ واقعی سپر ماما ہیں! آپ لکڑیاں بھی جلا سکتی ہیں، پراٹھے بھی بنا سکتی ہیں، اور ہمیں جگا بھی سکتی ہیں'' امی نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ جواب دیا ''ہاں بھئی، سپر ماما تو ہوں، لیکن تم لوگوں کے لیے دعا کرنے والی ماں بھی ہوں۔ اب جلدی سے اٹھو ورنہ ناشتے کے ساتھ سردی بھی ٹھنڈی ہو جائے گی'' ناشتے کی خوشبو کچن سے پراٹھے اور انڈے کی خوشبو آ رہی تھی، جس نے تینوں بھائیوں کو بستر چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ حمزہ نے کچن میں جا کر پراٹھے دیکھتے ہوئے کہا ''امی، یہ پراٹھے تو زبردست لگ رہے ہیں! لیکن آپ کو

اتنی سردی میں یہ سب کچھ کرنا پڑ رہا ہے۔کیا ہمیں کچھ نہیں کرنا چاہیے؟''

امی نے مسکراتے ہوئے کہا''تم لوگ ابھی بچے ہو،تمہارا کام صرف پڑھنا اور اچھے انسان بننا ہے۔ لیکن اگر کبھی مجھے مدد کی ضرورت ہو تو میں تم سے ضرور کہوں گی۔''احمد نے ہنستے ہوئے کہا''امی،لگتا ہے آپ کو ہماری مدد کی کبھی ضرورت ہی نہیں پڑے گی،آپ خود ہی سب کچھ کر لیتی ہیں''علی،جو ابھی بھی آدھی نیند میں تھا،کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا''امی،لیکن آپ کو خود بھی آرام کرنا چاہیے۔کل رات بھی آپ دیر تک برتن دھوتی رہی تھیں''دھوپ میں کپڑے دھونا ناشتہ کرنے کے بعد،تینوں بھائی سکول کے لیے تیار ہونے لگے۔امی،جواب برتن دھونے کے لیے باہر جا رہی تھیں،اپنے ہاتھوں کو سردی سے بچانے کے لیے ایک پرانی شال لپیٹ رہی تھیں۔احمد نے کہا''امی!یہ برتن کل دھو لیجئے،پانی بھی تو بہت ٹھنڈا ہوگا۔''امی نے اپنی شال درست کرتے ہوئے کہا''بیٹا،اگر آج کام نہ کروں تو کل کا کام اور بڑھ جائے گا۔اور تمہارے اسکول کے کپڑے بھی تو دھونے ہیں!وہ کون دھوئے گا؟''حمزہ،جو باہر جھانک رہا تھا،بولا''امی،یہ کام تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔آپ کو اتنی ٹھنڈ میں باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔''امی نے حمزہ کو پیار بھری نظر سے دیکھا اور کہا''بیٹا،ماؤں کے کام کوئی اور نہیں کر سکتا۔یہ صرف ان کے دل کی محبت ہوتی ہے جو انہیں ہمت دیتی ہے۔لیکن ہاں، اگر تم لوگ کبھی میری مدد کرنا چاہو تو مجھے خوشی ہوگی۔''

رات کے وقت،جب سب بھائی کمبل میں بیٹھے تھے،حمزہ نے احمد اور علی سے کہا''ہماری امی کتنی محنت کرتی ہیں،نہ گیس،نہ گرم پانی،لیکن وہ پھر بھی ہر کام کرتی ہیں۔''احمد نے تھوڑا سنجیدہ ہو کر کہا''ہاں،اور ہم اکثر ان کا شکریہ بھی نہیں ادا کرتے۔ہمیں ان کی زیادہ قدر کرنی چاہیے۔''علی نے جوش سے جواب دیا''کل صبح میں خود امی کے ساتھ برتن دھونے جاؤں گا۔اور ہم سب مل کر انہیں آرام کرنے دیں گے۔''حمزہ نے حامی بھرتے ہوئے کہا''اور ہم یہ بھی کوشش کریں گے کہ ان کے ساتھ ہر کام میں ہاتھ بٹائیں۔امی واقعی ایک ہیرو ہیں!''

اس سرد موسم میں تینوں بھائیوں نے ایک بات سیکھ لی کہ ماں کی محبت کسی بھی موسم یا مشکل سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔انہوں نے عزم کیا کہ وہ نہ صرف اپنی امی کا شکریہ ادا کریں گے بلکہ ان کی مدد بھی کریں گے۔

www.idaraghufran.org

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط86) مفتی طلحہ مدثر

زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ 4)

معزز خواتین ! زیب وزینت اختیار کرنا ،صفائی ستھرائی کرنا اسلام میں پسندیدہ ضرور ہے، لیکن اسلام کے دوسرے احکام کی طرح یہاں بھی نیت کا بڑا عمل دخل ہے، کہ کس کے لیے اور کس موقع پر بن سنور کر تیار ہوا جارہا ہے، اگر وہ محرک (motive) اسلام کی نظر میں درست اور جائز ہے، تو اس کی بنیاد پر سجنا، سنورنا بھی درست اور قابلِ تحسین ہوگا، لیکن اگر اس کے محرک (motive) میں ہی کوئی خرابی اور غلطی پائی جارہی ہے، تو اس کی بنیاد پر آراستہ ہونا بھی قابلِ مذمت اور گناہ بن جائے گا، مشہور حدیث ہے، جو عام طور پر سب کو ہی زبانی یاد ہوتی ہے، ’’انما الاعمال بالنیات‘‘ یعنی عمل کا دور مدار نیتوں پر ہوتا ہے، زیب وزینت اختیار کرنے کی جتنی بھی قسمیں ہیں، ہر چیز میں اس کو ملحوظ رکھا جائے گا، اور اس کی خلاف ورزی پر شریعت سختی کے ساتھ وعید اور سزا بیان کرتی ہے، ہمارے معاشرے میں عام طور پر اس بات کی طرف توجہ نہیں کی جاتی ہے، یا اس سے غفلت برتی جاتی ہے، ایسی احادیث بے شمار ہیں جن میں ناجائز موقع پر بننے سورنے پر وعید بیان کی گئی ہے، چند آیات واحادیث ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید میں ’’تبرّج‘‘ کی ممانعت

قرآن مجید غیر محارم کے سامنے اور ناجائز موقع پر زیب و زینت اظہار کرنے کے لیے ایک اصطلاح اور ٹرم (Term) استعمال کرتا ہے، اور اس کی ممانعت اور حرام ہونا بیان کرتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى (سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ ۳۳)

ترجمہ: اور تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جہالت کے دستور کے مطابق اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرو (سورہ احزاب)

اس آیت میں ''تبرّج'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو برج سے نکلا ہے،عربی میں ہر بلند اور نمایاں چیز کو برج کہتے ہیں، بادبانی کشتی کو''بارجہ''اسی لیے کہتے ہیں، کیونکہ اس کے بادبان اونچے اور نمایاں ہوتے ہیں، آپ سب نے دبئی کی مشہور ومعروف عمارت''برج خلیفہ'' کو انٹرنیٹ پر دیکھا ہی ہوگا، اس کو بھی برج کہنے کی وجہ یہی ہے، چنانچہ جو عورت بھی سج دھج کر خود کو نمایاں اور دوسروں سے بڑھ کر بیش کرنے کی کوشش کرتی ہے،تو اس تیار ہونے اور بننے سورنے کو''تبرجت المراۃ'' کہتے ہیں، یہ تو اس کا گرائمر کے لحاظ سے مطلب ہے، جبکہ شریعت میں ہر وہ عمل جس کے ذریعہ عورت اجنبی مردوں کے سامنے اپنے حسن کا اظہار کرے تبرج کہلائے گا، یا یوں سمجھیں کہ ہر وہ حسن جس کا چھپانا ضروری تھا، اس کا اظہار تبرج میں داخل ہے، خواہ وہ اپنے جسم کے اعضاء مثلاً چہرے، سر بال، گردن، سینہ وغیرہ سے ہو، اپنی چال ڈھال، ناز وانداز سے ہو، یا پھر اپنے لباس کے ذریعہ ہو، اور یہ شریعت میں مکمل حرام اور گناہ ہے، نوجوان یا جوان تو ایک طرف خواتین قرآن مجید نے ایسی خواتین جو عمر کے زائد ہوجانے کی وجہ سے شادی میں دلچسپی نہ رکھتی ہوں، ان کو پردے کے معاملے میں کچھ رعایت دینے کے باوجود زینت کے ناجائز اظہار سے منع فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (سورة النور، رقم الآية ٦٠)

ترجمہ: اور جن بڑی بوڑھی عورتوں کو نکاح کی کوئی خواہش نہ رہی ہو، تو ان کے لیے کوئی حرج نہیں اگر وہ اپنے (اضافی) کپڑے (دوپٹہ، چادر وغیرہ) اتار دیا کریں بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں اور اگر وہ اس معاملے میں احتیاط ہی کریں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ اور اللہ سب کچھ سننے والا ہر چیز کا جاننے والا ہے (سورہ نور)

اس آیت میں بوڑھی خواتین کے لیے پردے کے معاملے میں کچھ آسانی اور سہولت دی جارہی ہے، لیکن اس میں شرط یہی ہے، کہ اس آسانی کی آڑ میں وہ زینت کے اظہار سے باز رہیں، ورنہ ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا، بعض روایات میں آتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خواتین سے بیعت

فرماتے تھے، تو اس میں ایک شرط یہ بھی ہوتی تھی، کہ وہ زینت کا ناجائز اظہار نہیں کریں گی، چنانچہ عمرو بن شعیب کی سند سے مروی ہے:

جَـائَـتْ أُمَيْـمَةُ بِـنْـتُ رُقَيْقَةَ، إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُبَايِعُهُ عَـلَـى الْإِسْلَامِ، فَقَالَ: " أُبَـايِـعُـكِ عَـلَـى أَنْ لَا تُشْرِكِي بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْـرِقِـي وَلَا تَـزْنِـي، وَلَا تَـقْـتُـلِـي وَلَـدَكِ، وَلَا تَأْتِي بِبُهْتَانٍ تَفْتَرِينَهُ بَيْنَ يَـدَيْـكِ وَرِجْـلَـيْـكِ، وَلَا تَـنُـوحِـي، وَلَا تَبَـرَّجِـي تَبَـرُّجَ الْـجَـاهِـلِـيَّـةِ الْأُولَى (مسند احمد ، رقم الحديث 6850)

ترجمہ: امیمہ بنت رقیقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اس پر تم سے بیعت کرتا ہوں، کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گی، اور چوری نہیں کروگی، زنا نہیں کروگی، اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کروگی، اور ایسا کوئی بہتان نہیں لگاؤ گی، جس کو اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان تم نے گھڑا ہو، اور تم نوحہ (بَین) نہیں کروگی، اور پہلی جہالت کے زمانے کی طرح زینت کا اظہار نہیں کروگی (مسند احمد)

اسی طرح ایک ضعیف حدیث میں اس طرح سے زینت کا اظہار کرنے پر قیامت کے دن بے نور ہونے کی وعید بیان کی گئی ہے، چنانچہ میمونہ بنت سعد جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں، ان سے روایت ہے کہ:

"مَثَـلُ الـرَّافِـلَةِ فِـي الـزِّينَةِ فِي غَيْرِ أَهْلِهَا كَمَثَلِ ظُلْمَةِ يَوْمِ القِيَامَةِ لَا نُورَ لَهَا" (سنن ترمذی ، رقم الحديث ١١٦٧)

ترجمہ: اپنے شوہر کے علاوہ غیروں کے سامنے بناؤ سنگار کرکے اترا کر چلنے والی عورت کی مثال قیامت کے دن کی تاریکی کی طرح ہے، اس کے پاس کوئی نور نہیں ہوگا (ترمذی)

مذکورہ آیات واحادیث سے معلوم ہوا، کہ شوہر کے علاوہ اجنبی مردوں کے سامنے زینت کا اظہار ناجائز اور گناہ ہے۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

”چشتی واشرف علی رسول“ کی تحقیق (قسط2)

مولانا اشرف علی تھانوی کے واقعہ کی حقیقت

جہاں تک حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے واقعہ کا تعلق ہے، تو حضرت موصوف کا شمار برِ صغیر کی معروف علمی و مذہبی شخصیت میں ہوتا ہے، جنہوں نے ختمِ نبوت کے خلاف ہونے والی سازشوں سمیت سینکڑوں دینِ اسلام کے مسائل پر خدمات سرانجام دیں، اور دین کے مختلف شعبوں میں کارہائے نمایاں کی سعی فرمائی، جن کی طرف اگر کوئی ختمِ نبوت کے انکار کی نسبت کرتا ہے، تو وہ سراسر جہالت پر مبنی ہے۔

اور جس واقعہ کو بنیاد بنا کر حضرت موصوف کی طرف اس طرح کے الزامات واتہامات عائد کئے جاتے ہیں، اس کی حقیقت یہ ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی کے ایک عقیدت مند نے مولانا اشرف علی تھانوی کو اپنی حالت سے آگاہ کرنے کے لئے لکھا تھا کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ ”لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پڑھنا چاہتا ہے، لیکن زبان سے غیر اختیاری طور پر ”محمد رسول اللہ“ کی جگہ اشرف علی کا نام نکل جاتا ہے، اور خواب ہی میں احساس ہوتا ہے کہ تجھ سے کلمہ پڑھنے میں غلطی ہوئی، دل میں ”لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پڑھنے کا ہی ارادہ ہوتا ہے، اور وہ اس دل کے ارادہ کے ساتھ خواب ہی میں کلمہ کو صحیح پڑھنا چاہتا ہے، لیکن زبان سے بے ساختہ اور غیر ارادی طور پر پھر اشرف علی نکل جاتا ہے، اور اس شخص نے یہ بھی لکھا کہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح کلمہ درست نہیں، لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے، پھر وہ گھبرا کر بیدار ہو جاتا ہے، لیکن بدن میں بدستور نیند والی بے حسی اور ناطاقتی کا اثر برقرار ہے، پھر وہ شخص اس احساس کو دل سے نکالنے، اور غلطی سے بچنے کی غرض سے بیٹھ جاتا ہے، اور پھر دُوسری کروٹ لے کر کلمہ کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے، آنکھیں کھلی ہیں،

خواب نہیں، لیکن بے اختیار، مجبور اور زبان پر اپنا قابو نہیں، پھر یہ الفاظ زبان سے بے اختیار نکلتے ہیں کہ ''اللّٰھم صل علٰی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی'' پھر یہ شخص اگلے دن بیداری میں اپنی اس غلطی پر خوب روتا ہے، رقت طاری ہوتی ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے جواب میں اس عقیدت مند کو تسلی دی، اور خواب کی تعبیر میں لکھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم جس بزرگ سے تعلق رکھتے ہو، وہ سنت کی اتباع کرنے والا ہے۔

جس کا مطلب یہ تھا کہ نبوت کا سلسلہ تو ختم ہوگیا، اب نبی کے وارث آتے رہیں گے، اور متبعِ سنت شخص نبی کا وارث ہوتا ہے، لہٰذا تم کو گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

اب وہ عقیدت مند بھی اپنا عقیدہ صحیح بتلا رہا ہے، اور جواب میں بھی اس کو یہ نہیں کہا جارہا کہ کلمہ، یا درود شریف اسی طرح ہے جس طرح تم نے پڑھا تھا، بلکہ اس کی صحیح تعبیر بتلائی گئی ہے۔

اور خواب کی تعبیر جاگتی ہوئی حالت سے بالکل مختلف ہوسکتی ہے۔ رہا معاملہ اس شخص کی بیداری کا، تو وہ حالت بھی دراصل نیند ہی تھی، جس میں گھبراہٹ سے آنکھ کھل گئی تھی، لیکن درحقیقت وہ نیند اور خواب ہی کا اثر تھا، جس میں اسے شخص کو اپنے اوپر اختیار حاصل نہیں تھا، اور جب اس کو اختیار حاصل ہوا، اور اس کے مکمل ہوش وحواس بحال ہوئے، تو اس نے صحیح الفاظ ہی زبان سے اداء کئے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ اعتبار جاگتے ہوئے اور اختیاری اعمال کا ہوا کرتا ہے۔

یہ واقعہ ''الامداد'' جلد نمبر۳، بابت ماہِ صفر ۱۳۳۶ ہجری، مطبوعہ: امداد المطابع تھانہ بھون میں شائع شدہ ہے، جس کا حوالہ دے کر بعض لوگ اعتراضات کرتے ہیں۔

لیکن یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس واقعہ کے شائع ہونے کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی حیات ہی میں اس پر اس قسم کے شبہات واعتراضات کئے گئے، جو آج بھی بعض ابنائے زمانہ اور مدعیانِ علم کرتے ہیں، اور مخالفین کی طرف سے ان پر بڑا واویلا کیا گیا، اور اس پر دیوبند، سہارن پور اور دہلی وغیرہ سے فتوے بھی حاصل کئے گئے اور خود حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس کی تفصیل اپنے قلم سے تحریر فرمائی، جو مذکورہ شمارہ کے تین ماہ بعد رسالہ ''الامداد'' کے ماہِ جمادی الاخریٰ 1336 ہجری، جلد 3 میں شائع ہوئی، لیکن آج تک مخالفین ان ہی قدیم اعتراضات

وشبہات کو لئے بیٹھے ہیں، اور بعد میں خود صاحبِ واقعہ کی طرف سے شائع شدہ تفصیلی توضیح کو نہ ملاحظہ کرنے کے لئے آمادہ ہیں، نہ ہی اس کی طرف کان دھرنے کے لئے تیار ہیں، جو کہ نہایت غیر ذمہ دارانہ رویہ ہے۔

مولانا تھانوی کے واقعہ کی حضرت تھانوی سے توضیح

اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ اس واقعہ اور اس پر پیش کئے جانے والے شبہات واعتراضات اور ان کے جوابات کو مذکورہ رسالہ میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے قلم سے تحریر شدہ مضمون سے نقل کر دیئے جائیں، اس کے باوجود مخالفین اگر باز نہیں آئیں گے، تو وہ اپنی آخرت وعاقبت خراب کرنے کے علاوہ کسی دوسرے کا کیا نقصان کر سکیں گے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی حیات میں ''الامداد'' کے ماہِ جمادی الاخریٰ 1336 ہجری میں شائع شدہ تفصیلی مضمون من وعن ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

''کچھ عرصہ بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' پڑھتا ہوں، لیکن 'محمد رسول اللّٰہ'' کی جگہ............کا نام لیتا ہوں، اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی، کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں، دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جائے، لیکن زبان سے بے ساختہ، بجائے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کے نام کے ....نکل جاتا ہے، حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں، لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ [1]

دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں، اور ابھی چند شخص حضور کے پاس تھے، لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ

---

[1] شخصِ مذکور اس بات کی خود ہی صراحت کر رہا ہے کہ وہ نیند اور خواب میں صحیح لفظ کو دل سے اداء کرنا چاہتا ہے، لیکن زبان سے بے ساختہ، اور بے اختیار دوسرا لفظ نکل جاتا ہے، جس کو وہ خواب ہی میں غلطی تسلیم کرتا ہے، جو اس شخص کے صحیح العقیدہ، اور راسخ الایمان ہونے کی دلیل ہے، ظاہر ہے کہ نیند اور خواب میں انسان جو کچھ کرنا چاہتا ہے، بعض اوقات اس کو کر نہیں پاتا، اسی وجہ سے انسان نیند میں مکلف نہیں کہلاتا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ محمد رضوان۔

رِقت طاری ہوگئی، زمین پر گر گیا، اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری، اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔

اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا، لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی، اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا۔ [1]

لیکن حالتِ خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا، لیکن حالتِ بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا، تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے، اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہوجائے، بایں خیال بندہ بیٹھ گیا، اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پردرود شریف پڑھتا ہوں، لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں ”اللھم صل علٰی سیدنا ونبینا ومولانا......“

حالانکہ اب بیدار ہوں، خواب نہیں، لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔ [2]

اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا، تو دوسرے روز بیداری میں رِقت رہی، خوب رویا، اور بھی بہت سے وجوہات ہیں، جو حضور کے ساتھ باعثِ محبت ہیں، کہاں تک عرض کروں۔

جواب :......اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہوں، وہ بعونہٖ

---

[1] یہ شخص زبان سے جو کچھ کہنا چاہتا تھا، وہ اداء نہیں ہو پا رہا تھا، جس کی گھبراہٹ اور پریشانی کی وجہ سے نیند ہی میں یہ شخص زمین پر بے اختیار گر پڑتا ہے، اور اسی گھبراہٹ میں اس کی آنکھ کھل جاتی ہے، جس طرح پریشان کن خواب دیکھ کر دوسرے بھی بہت سے لوگوں کی یہی حالت ہوتی ہے، اور آنکھ کھلنے کے باوجود کچھ دیر تک نیند کی بے اختیاری اور تعطل کا اثر باقی رہتا ہے۔

صاحبِ واقعہ نے یہاں خواب سے بیدار ہونے کے باوجود، بدن میں نیند وخواب کے مذکورہ بے حسی کا بدستور اثر ہونے، اور اسی نیند وخواب کے ناطاقتی کے بدستور اثر موجود ہونے کا خود ہی ذکر کر دیا ہے، جس کی مزید وضاحت اور تاکید بھی آگے آتی کی ہے، جس سے یہ بات ظاہر ہے کہ مذکورہ حالت نیند ہی کا غیر اختیاری اثر تھی، جس پر کفر وغیرہ کا حکم عائد کرنا درست نہیں۔

لیکن افسوس کہ بعض معترضین وناواقفین کی طرف سے ان سب باتوں کو نظر انداز کر کے خوب واویلا کیا جاتا ہے، اور العیاذ باللہ دوسرے کے ایمان کے ساتھ تمسخر واستہزاء کیا جاتا ہے۔ محمد رضوان۔

[2] اس عبارت میں صاف طور پر ”بے اختیار ہونے، مجبور ہونے، اور زبان پر قابو نہ ہونے“ کے الفاظ کا بار بار صاف طور پر ذکر ہے، اور نیند میں بھی یہی حالت ہوتی ہے، جس سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوچکی کہ شخصِ مذکور کی اس کیفیت وحالت پر کفر ومعصیت کا حکم لگانا درست نہیں، لیکن افسوس کہ معترضین ومخالفین کی ان چیزوں کی طرف توجہ نہ ہوسکی، جس کی بناء پر دوسرا رنگ دے دیا گیا۔ محمد رضوان۔

تعالیٰ، متبعِ سنت ہے۔۲۴/شوال/۱۳۳۵ھ۔ [1]

شکایت مع درایت

اس واقعہ کے متعلق، اور اس پر جو میرا جواب ہے، اس کے متعلق جو کچھ شورش برپا ہوئی، جس میں زیادہ حصہ، بعض اخباروں نے لیا۔ [2]

اس کا حاصل پانچ الزام ہیں:

اول: یہ کہ نعوذ باللہ! مجیب نے دعویٰ نبوت کا کیا ''**استغفر اللّٰہ ، نعوذ باللہ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ**''

دوسرے: یہ کہ صاحبِ واقعہ پر زجر وتوبیخ، اور اس کو استغفار کا امر نہیں کیا، کیونکہ یہ وسوسہ شیطانی تھا، یا کم از کم یہ واقعہ، طبیعت پر گراں کیوں نہیں ہوا۔

تیسرے: یہ کہ جب یہ وسوسہ شیطانی تھا، تو اس کو حالتِ محمودہ کیوں سمجھا گیا، جیسا کہ اس کی تعبیر سے معلوم ہوتا ہے۔

چوتھے: یہ کہ صاحبِ واقعہ کو تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح کا حکم کیوں نہیں دیا۔

---

[1] مذکورہ واقعہ پر مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی طرف سے یہ مختصر سا جواب تحریر کیا گیا، جس پر آج تک مخالفین ومعترضین کی طرف سے شورش برپا کی جارہی ہے۔ حالانکہ حضرت موصوف نے شخصِ مذکور کے صحیح العقیدہ وراسخ العقیدہ ہونے کی وجہ سے اس کے خواب اور غیر اختیاری عمل پر اس کو مختصر تعبیر وجواب دیا ہے، جس میں اپنے متبعِ سنت ہونے کا صاف طور پر ذکر ہے، اور متبعِ سنت کا مطلب یہی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور آپ کی اتباع کرنے والے ہیں، پھر کہاں سے یہ بات نکال لی گئی کہ حضرت تھانوی نے اپنے مرید سے اپنے نام کا کلمہ پڑھوا کر گویا کہ اپنے رسول ہونے کا حکم لگایا۔
اس سے صرف اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی کے نزدیک شخصِ مذکور کا یہ واقعہ نینداور خواب سے متعلق ہے، اور اس کی آنکھ کھلنے کے بعد غیر اختیاری کیفیت باقی رہنے تک خواب ہی کا حکم حاصل ہے، جس کی حضرت موصوف نے جو تعبیر بیان فرمائی، اس سے کسی کو اختلاف، اور اس خواب کو شیطانی قرار دینے کی گنجائش ہوسکتی ہے، لیکن جب شخصِ مذکور خواب اور بیداری میں صحیح عقیدہ کا حامل تھا، اور اس تناظر میں اس کو تعبیر دی گئی۔ نہ تو اس شخص کا عقیدہ غلط تھا، نہ ہی مجیب کا عقیدہ غلط تھا، اور نہ ہی اس کی تعبیر میں ایسی بات لکھی گئی جو ختمِ نبوۃ کے خلاف ہو، تو پھر بعض لوگوں کی طرف سے اس پر فساد برپا کرنا کہاں کا انصاف ہے۔
رہا کسی کا یہ کہنا کہ میرے نزدیک اس کی تعبیر یہ نہیں، بلکہ یہ ہونی چاہیے تھی، وغیرہ وغیرہ، تو ظاہر ہے کہ یہ دوسرے کی رائے ہے، جو حضرت تھانوی پر حجت نہیں، نہ ہی خواب دیکھنے والے اور صاحبِ واقعہ نے اس دوسرے شخص کی طرف رجوع کیا، اور نہ ہی اس سے تعبیر وجواب لینے کی خواہش رکھتا، اور نہ ہی دوسرے کی رائے حضرت تھانوی پر حجت ہے۔
ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں دوسرے کا دخل دینا ''مان نہ مان، میں تیرا مہمان'' کا مصداق اور زور زبردستی کا سودا ہے۔ محمد رضوان۔

[2] اس زمانہ میں شورش برپا کرنے والے بعض اخبار نویس تھے، اور آج کے دور میں شورش برپا کرنے والے ان کے جانشین بعض اسٹیجی، فیس بکی، اور یوٹیوبرز وغیرہ ہیں۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

پانچویں: یہ کہ اس تحریر کوشائع کیوں کیا گیا، جس سے اتنا مفسدہ ہوا۔ [1]

الزامِ اول: کا افتراء اور بہتانِ عظیم ہونا، اس قدر ظاہر ہے کہ بجز اس کے کہ اس آیتِ مبارک کی تلاوت کردوں، اورزیادہ جواب دیتے ہوئے بھی غیرت آتی ہے، آیۃ:

"وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا" [2]

کیونکہ عبارتِ جواب میں اول سے آخر تک، ایک لفظ بھی اس دعویٰ پر دلالت نہیں کرتا، بلکہ جواب میں لفظ "متبعِ سنت" خود اعتراف ہے کہ مجیب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، غلامی کی نسبت ہے، پس اس الزام والوں کے لیے آیتِ موصوفہ کی وعید ہی کافی ہے، مگر چونکہ دنیا میں ایسے بھی غبی ہیں کہ وہ اس سے زیادہ واضح جواب کے محتاج ہیں۔ [3] اس لیے اتنا اور عرض کرتا ہوں کہ غور کرنا چاہیے کہ اگر یہی واقعہ اس زمانہ کے مشہور مدعی نبوت کے سامنے پیش ہوتا، تو کیا وہ اس کا یہی جواب دیتا، جو احقر نے دیا ہے، ہرگز نہیں! بلکہ وہ تو یوں کہتا کہ تمہارا مجھ کو رسول نہ سمجھنا، اور اس بناء پر ان الفاظ کو غلط جان کر فکرِ تدارک کرنا، تمہاری غلطی ہے، اور میں واقع میں رسول ہوں، اور یہ کہتا کہ اس سے بڑھ کر میری رسالت کی کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ تم باوجودیکہ میری رسالت کا اقرار کرنا نہیں چاہتے، مگر خدا تعالیٰ تم سے جبراً اس کا اقرار کراتا ہے۔ انتہٰی۔

---

[1] افسوس کہ یہی الزامات آج تک مخالفین کی طرف سے کئے جا رہے ہیں، الفاظ، یا تعبیر بدلنے سے حقیقت نہیں بدل جایا کرتی۔ جب حضرت موصوف خود ان الزامات پر مفصل ومدلل کلام کرچکے، تو ایسے میں ان کی طرف سے بیان کردہ توضیحات کو نظر انداز کرکے دوسرے لوگوں کی طرف سے بے تکی تاویلات وتوجیہات اور الزامات واتہامات قائم کرنا "توجیہ القول بما لا یرضی بہ القائل" کے قبیل سے ہے۔ محمد رضوان۔

[2] مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مومن مرد اور عورتوں پر ایسی چیزوں کی تہمت لگا کر ایذاء پہنچاتے ہیں، جو ان مومن مرد اور عورتوں نے سرانجام ہی نہیں دیں، تو وہ بہت بڑے بہتان اور کھلے گناہ کے بوجھ کو اٹھاتے ہیں۔
پس جو لوگ اس واقعہ کی بنیاد پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی طرف نبوت کے مدعی ہونے کے دعوے کی نسبت کرتے ہیں، وہ اس قرآنی آیت کا مصداق ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کرکے اس گناہ سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔ محمد رضوان۔

[3] معلوم ہوا کہ حضرت موصوف نے جو پہلے مختصر اور اجمالی جواب تحریر کیا تھا، نبوت کے دعوے کی اسی میں نفی موجود تھی، جس سے غلط مطلب سمجھنا صرف غبی شخص سے ہی ممکن ہے، لیکن افسوس کہ آج بعض علم وتحقیق کے مدعی بھی اس قدر غبی ہوچکے ہیں، جن کے لئے بدیہی چیزوں کو سمجھنا بھی مشکل ہوگیا ہے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

اب موازنہ کر کے بتلائیے کہ احقر کے جواب میں نعوذ باللہ! دعویٰ تو درکنار، کہیں اس کا شبہ بھی ہے، حاشا و کلاّ۔ [1]

اور اگر یہ قصداً افتراء نہیں، بلکہ بدفہمی ہے، تو اگر اس کی کوئی بناء بھی ہے؟ جیسے بعض کا قول سنا گیا ہے کہ صاحبِ واقعہ کے اس مضمون کو نقل کرنے پر رَد نہ کرنا، اس مضمون کی تقریر ہے، تو موٹی بات ہے کہ جب صاحبِ واقعہ خود ہی اس مضمون کے ردّ وابطال کو بھی نقل کر رہا ہے، پھر مجیب کو اس کی کیا حاجت رہی، تو مجیب کا سکوت فی الواقع اس صاحبِ واقعہ کے اس ردوابطال کی تقریر ہے، نہ کہ اس مضمون کی، پھر یہ بناء کیا چیز رہی؟ [2]

اگر بلا کسی بناء کے یہ بدفہمی ہے، تو بس اس آیت کا مصداق ہے، آیۃ:

”فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ “

اللہ تعالیٰ فہم وتدیّن عطاء فرمائے۔

غرض اس الزام کا منشاء، تو جہلِ محض، یا عنادِ بحت ہے۔ [3]

رہے بقیہ الزامات، سو اصل یہ ہے کہ اس واقعہ کے دو جزو ہیں، ایک خواب کا، ایک بیداری کا، سو ظاہر ہے کہ حصۂ خواب میں وہ بالیقین وبالاجماع مکلّف تو ہے نہیں، مگر تاہم اس میں فی نفسہٖ یہ چند احتمال ہیں:

ایک یہ کہ یہ خواب گو صورتاً منکر وقبیح ہے، مگر نظر بر صلاحِ حال، صاحبِ رؤیا، تعبیر اس کی اچھی ہو، کیونکہ صاحبِ رؤیا کی حالت کو تعبیر میں دخل ہوتا ہے، جیسا حدیث میں قصہ آیا ہے کہ امِ فضل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ خواب عرض کیا:

”كَأَنَّ قِطْعَةً مِنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِي حِجْرِي“

اور ساتھ ہی یہ عرض کیا تھا: ”رَأَيْتُ حُلُمًا مُنْكَرًا اللَّيْلَةَ“ مگر آپ نے یہ فرمایا کہ:

---

[1] حضرت موصوف نے اس عبارت میں نبوت کے دعوے کی جس شدت کے ساتھ نفی کی ہے، وہ ان کے مندرجہ بالا کلمات سے ظاہر ہے۔محمد رضوان۔

[2] معلوم ہوا کہ مذکورہ الزام کی حضرت کی طرف نسبت کرنا، یا تو بہتان وافتراء پردازی ہے، یا بدفہمی ہے، ورنہ حضرت موصوف اس الزام سے پوری طرح بریٔ ہیں۔محمد رضوان

[3] معلوم ہوا کہ مذکورہ واقعہ سے حضرت موصوف کی طرف یہ الزام لگانا، دل کے اندھا، اور تدین سے دور ہونے پر مبنی اور جہلِ محض، یا عنادِ محض ہے۔اللہ تعالیٰ حفاظت عطاء فرمائے۔آمین۔محمد رضوان۔

’’رَأَیْتِ خَیْرًا‘‘ اور پھر ایک اچھی تعبیر دی (مشکاۃ، باب مناقب اہل البیت) ۱؎

حالانکہ ظاہراً کیسا بے ادبی کا واقعہ دیکھا (جس سے خواب دیکھنے والے کو گھبراہٹ ہوئی)

اور جیسا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک خواب دیکھا تھا:

أنہ اتی قبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فنبشہ ، فاخبر استاذہ ، وکان ابوحنیفۃ صبیا بالمکتب، فقال لہ استاذہ ان صدقت رؤیاک یا ولد ، فانک تقتفی اثر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، وتنبش عن شریعتہ ، فکان کما عبر الاستاذ(رسالہ تعبیر الرؤیا کشوری، ص۳۷)

اسی طرح علامہ خطیب نے اپنی تاریخ میں بتغیرِ بعضِ الفاظ، یہ واقعہ درج فرمایا ہے

(من رسالۃ بعض الاحباب) ۲؎

۱؎ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ، أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي رَأَيْتُ حُلْمًا مُنْكَرًا اللَّيْلَةَ، قَالَ :مَا هُوَ؟ قَالَتْ :إِنَّهُ شَدِيدٌ، قَالَ :مَا هُوَ؟ قَالَتْ: رَأَيْتُ كَأَنَّ قِطْعَةً مِنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِي حِجْرِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :رَأَيْتِ خَيْرًا، تَلِدُ فَاطِمَةُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ غُلَامًا، فَيَكُونُ فِي حِجْرِكِ فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ فَكَانَ فِي حِجْرِي كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلْتُ يَوْمًا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ فِي حِجْرِهِ، ثُمَّ حَانَتْ مِنِّي الْتِفَاتَةٌ، فَإِذَا عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُهْرِيقَانِ مِنَ الدُّمُوعِ، قَالَتْ :فَقُلْتُ :يَا نَبِيَّ اللَّهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي مَا لَكَ؟ قَالَ :أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، فَأَخْبَرَنِي أَنَّ أُمَّتِي سَتَقْتُلُ ابْنِي هَذَا فَقُلْتُ :هَذَا؟ فَقَالَ :نَعَمْ، وَأَتَانِي بِتُرْبَةٍ مِنْ تُرْبَتِهِ حَمْرَاءَ(المستدرک للحاکم،رقم الحدیث ۴۸۱۸)

قال الالبانی:وقال " :صحیح علی شرط الشیخین ."وتعقبہ الذہبی بقولہ " :قلت :بل منقطع ضعیف، فإن شدادا لم یدرک أم الفضل ومحمد بن مصعب ضعیف ."قلت :لکن لہ شواہد عدیدۃ تشہد لصحتہ(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ،تحت رقم الحدیث ۸۲۱)

۲؎ قال أبو یعقوب ونا أحمد بن الحسن الدینوری قال نا القاسم بن عباد قال نا صالح بن محمد بن رزین عن أبی حنیفۃ قال رأیت فی المنام کأنی نبشت قبر النبی علیہ السلام فأخرجت عظامہ فاحتضنتہا قال فہالتنی ہذہ الرؤیا فرحلت إلی ابن سیرین فقصصتہا علیہ فقال إن صدقت رؤیاک لتحیین سنۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم.

قال ونا أحمد بن الحسن قال نا القاسم بن عباد قال ذکر لی عن محمد بن شجاع نحو ہذا الخبر فی الرؤیا إلا أنہ قال فیہ فجعل یؤلف عظامہ ویقیمہا ثم ذکر مثلہ .

قال ونا أحمد بن الحسن قال نا شعیب بن ایوب قال نا عبد الحمید بن یحیی الحمانی قال نا یوسف بن عثمان الصباغ قال قال لی رجل رأیت کأن أبا حنیفۃ ینبش قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسألت عن ذلک ابن سیرین ولم أخبرہ من الرجل قال ہذا رجل یحیی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم(الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقہاء ،لابن عبد البر القرطبی،ص ۱۴۵ و ۱۴۶ ،تحت ترجمۃ: عیسی بن یونس)

دیکھیے یہ خواب ظاہراً کیسا موحش تھا،لیکن تعبیر اس کی تسلی بخش بتلائی گئی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ خواب شیطانی ہو،اوراس کی تعبیر اچھی نہ ہو۔

سواحقر کا ذہن جواب لکھنے کے وقت اس احتمالِ اول کی طرف گیا،اور گو میں صاحبِ واقعہ کو نہ پہچانتا ہوں،نہ جانتا ہوں،کیونکہ وہ نہ میرا مرید ہے،نہ کچھ خط وکتابت،یا تعلیم وتلقین کا کوئی تعلق مجھ کو یاد ہے۔ [1]

مگر بعض قرائنِ قصہ سے میرے قلب نے اس کے صلاح کی شہادت دی،جن میں بڑا قرینہ غلط کلمات کے نکلنے سے اس کا خواب میں بھی پریشان ہونا،اوراس کے تدارک کی کوشش کرنا ہے،کیونکہ خواب میں آدمی مکلّف نہیں ہوتا،مگر باوجود عدمِ تکلیف کی حالت میں ہونے کے،امر ونہی کا ایسا اہتمام ہونا،بیّن دلیل ہے،صاحبِ رؤیا کے ایمانِ قوی وصلاح کی۔

پس اس صلاح وتدیّن کی بناء پر میں نے اس کی ایک اچھی تعبیر لکھ دی،اوراس وقت وجہِ مناسبت کا نہ لکھنا،ایک تو اس لیے تھا کہ میں اس کو اپنے نزدیک خفی نہیں سمجھا۔

دوسرے اس لیے کہ مخاطب میرے گمان میں صاحبِ علم،یا صاحبِ فہم تھا،اس کی حاجت نہ سمجھی۔تیسرے تعبیر کے ساتھ وجہِ مناسبت لکھنا ضروری بھی نہیں،جیسا حکمِ شرعی کے ساتھ دلیل لکھنا ضروری نہیں۔

مگر اب تبرعاً وجہِ مناسبت بھی لکھتا ہوں،اوروہ یہ ہے کہ بعض اوقات خواب میں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے،اوردل بھی گواہی دیتا ہے کہ حضور ہی ہیں،لیکن زیارت کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ شکل کسی اور شخص کی ہے،تو وہاں اہلِ تعبیر یہی کہتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے اس شخص کے متبعِ سنت ہونے کی طرف،پس جس طرح یہاں بجائے شکلِ نبوی کے دوسری شکل مرئی ہونے کی تعبیر اعتبار سے دی گئی،اسی طرح بجائے اسمِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دوسرا اسم،ملفوظ ہونے کی تعبیر،اگر

[1] اس سے معلوم ہوا کہ شخصِ مذکور درحقیقت حضرت تھانوی کا مرید نہیں تھا،جیسا کہ عام طور پر سمجھا اوردعویٰ کیا جاتا ہے،اوراس کی خوب تشہیر کی جاتی ہے،جو خلاف واقعہ ہے۔محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

اس اتباع سے دی جائے، تو اس میں کیا محذورِ شرعی لازم آ گیا؟

نیز مناسبت کی تقریر، علمی اصطلاح کے موافق یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تشبیہِ بلیغ میں اداتِ تشبیہ حذف کر دیا جاتا ہے، جیسے ابو یوسف، ابو حنیفہ، اور تعبیر کے لیے ادنیٰ مناسبت بھی کافی ہے۔ باقی مجھ کو اس پر اصرار نہیں، اگر یہ خواب شیطانی ہو، یا کسی مرضِ دماغی سے ناشی ہوا ہو، اور اس کی یہ تعبیر نہ ہو، یہ بھی ممکن ہے۔

لیکن غلط تعبیر دے دینا، ایک وجدان کی غلطی ہوگی، جس پر کوئی الزام نہیں ہوسکتا۔ [1]

یہ تو کلام تھا حصۂ خواب کے متعلق، اب رہا حصہ بیداری کا، جس میں غلط کلمات نکل رہے ہیں، سو صاحبِ واقعہ تصریحاً کہتا ہے کہ میں بقصدِ تلافی کلماتِ خواب کے، صحیح کلمات اداء کرنا چاہتا ہوں، مگر بلا اس کے اختیار اور قصد کے پھر بھی غلط ہی نکلتے ہیں۔

سو چونکہ کوئی دلیلِ شرعی، یا عقلی، اس شخص کی تکذیب پر، اور اس حالت کے امتناع پر قائم نہیں، گو کثیر الوقوع نہیں، لیکن اتنی قلیل بھی نہیں کہ عدیم النظیر کہا جائے۔ غرض جب ایسا ممکن ہے، تو اس شخص کی اس جزو میں بھی تصدیق کی جائے گی۔

بس اس کی تصدیق کی بناء پر اس میں بھی چند احتمال ہیں:

ایک یہ کہ یہ حالت بقیہ اثر ہو، اس حالتِ خواب کا، گو دونوں میں یہ تفاوت ہوگا کہ حالتِ خواب میں شعور و اختیار دونوں منفی ہوتے ہیں، اور اس بیداری میں صرف اختیار منفی ہو، شعور منفی نہ ہو، جیسا کہ بعض اوقات آدمی کچھ ہذیان بکتا ہے، اور بیدار ہو کر بھی تھوڑی دیر ایسا مغلوب رہتا ہے کہ وہی بکتا رہتا ہے، اور مدار انتفاءِ تکلف کا عدمِ اختیار پر ہے، اگرچہ بقاءِ شعور کے ساتھ ہو۔ [2]

---

[1] حضرت موصوف نے یہ مسئلہ خود ہی صاف کر دیا کہ انہوں نے مذکورہ شخص کے خواب کی تعبیر، قرائن اور سیاق وسباق پر نظر کرتے ہوئے اپنے وجدان سے بیان کی ہے، اگر کسی دوسرے کے وجدان میں تعبیر دوسری ہو، تو یہ دوسرے کا فعل ہے، لیکن اس کو دوسرے کی قرائن اور سیاق وسباق اور اس کے وجدان پر مبنی تعبیر کی وجہ سے الزام عائد کرنا، درست نہیں۔ محمد رضوان۔

[2] اس بات کی تائید آگے آنے والی بعض ان احادیث سے بھی ہوتی ہے، جن میں نیند، یا اونگھ کی حالت میں نماز پڑھنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ وہ زبان سے بے اختیار کچھ اول فول نہ بکنے لگے، جبکہ معلوم ہے کہ وہ سویا ہوا نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے، پس اختیار نہ ہونے کی وجہ سے اس حالت کو بھی نیند کا حکم حاصل ہوگا، فقہائے کرام نے بھی اس پر کلام کیا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس پر کسی کیفیتِ باطنیہ (یعنی دل ودماغ کی کسی خاص کیفیت واثر) کا غلبہ ہو، سو واقعی اس کا مضمون پڑھ کر جو میرے قلب پر اثر ہوا، اس اثر سے میرا وجدان ان ہی دو احتمالوں کی طرف علیٰ سبیل التردد گیا، اور دونوں احتمالوں پر ایسی حالت مثل خواب کے قابلِ تعبیر وتاویل ہوتی ہے، اس لیے اس نے اپنے جواب کو اس حالت کی بھی تعبیرِ مشترک قرار دیا۔ [1]

باقی مجھ کو اس پر بھی اصرار نہیں، کیونکہ اس میں **تیسرا**، **چوتھا** احتمال اور بھی ہے، وہ یہ کہ اس حالت کا سبب کوئی آفتِ دماغ، یا لسان میں ہو، یا یہ کہ یہ شیطانی تصرف ہو کہ جس طرح وہ قلب میں وسوسہ ڈالتا ہے، زبان پر ان کلمات کا القاء کر دیا ہو، لیکن ہر حال میں بر تقدیرِ نفی اختیار وقصد میں مصدق ہونے کے وہ نہ کافر ہے، نہ عاصی ہے، بلکہ تیسرے احتمال پر تو، یعنی جب کہ اس کا سبب کوئی آفت، یا مرض ہو، یہ حالت مذموم واثرِ شیطانی بھی نہیں، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کی "**فرح بالتوبة**" کی مثال میں ایک شخص کی حکایت بیان فرمائی، جس نے شدتِ فرح میں یہ کہہ دیا تھا "**اللھم انت عبدی وانا ربک**" حالانکہ فی نفسہٖ یہ کلمہ کفر ہے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نقل فرما کر اس پر انکار نہیں فرمایا، بلکہ صرف اتنا فرمایا کہ "**اخطأ من شدة الفرح**" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آفت فی اللسان کی حالت نہ مذموم ہے، نہ اثرِ شیطانی ہے، ورنہ حق تعالیٰ کی فرح محمود کی تشبیہ، فرح مذموم شیطانی کے ساتھ لازم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ **فما دام فی حال غلبة الخلل فی الأقوال والأفعال لا تعتبر أقواله وإن كان يعلمها ويريدها لأن هذه المعرفة والإرادة غير معتبرة لعدم حصولها عن الإدراك الصحيح كما لا تعتبر من الصبی العاقل**(ردالمحتار، ج۳ص ۲۴۴، کتاب الطلاق، مطلب فی تعریف السکران)

مذکورہ عبارت میں اقوال وافعال میں خلل کا غلبہ ہونے کی صورت میں علم وارادہ کو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس صورت میں ادراکِ صحیح حاصل نہیں ہوتا۔ محمد رضوان۔

[1] مطلب یہ ہے کہ مذکورہ دونوں احتمالات کی بنیاد پر اس غیر اختیاری حالتِ بیداری کو نینداور خواب کا جزء قرار دے کر تعبیر دے دی گئی، لیکن اگر کوئی ان دونوں احتمالات کے بجائے کسی دوسرے احتمال کو ترجیح دے، تو مجھے اپنے ترجیح دیئے گئے احتمالات پر اصرار نہیں، لیکن دوسرے احتمالات کی بنیاد پر بھی اس شخص کو کافر، یا گناہ گار قرار دینا درست نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ اپنے بیان کردہ موقف کے متعلق اس قدر اعتدال وانصاف شاید آج کے دور میں بہت کم علماء میں نظر آئے گا، خاص طور پر علمائے مسلمین کی تکفیر کے درپے ہونے والے حضرات میں تو یہ اعتدال وانصاف ناممکنات میں سے ہے۔ محمد رضوان۔

آتی،وھو باطل ۔اوریہی حکم ہے آفت فی الدماغ کا’’بل بالاولیٰ لانه مرض، وقال اللّٰہ تعالیٰ ولا علی المریض حرج‘‘

اوراس حدیث میں مثالِ تائب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کلمہ غیرصحیحہ پر ہر حالت میں گرانی ہونا ضروری نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس مثال کو نقل فرما کر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گرانی نہیں ہوئی، اورایک اعرابی نے جو آپ کے سامنے کہہ دیا کہ ہم حق تعالیٰ کو آپ کے سامنے’’شفیع‘‘لاتے ہیں، تو آپ پر بے حد گرانی ہوئی تھی، کیونکہ وہ تکلم بالقصد تھا، گو جہل سے تھا، اور یہاں بلاقصد، فافھم۔

اورواقعہ زیرِ بحث میں تو بلاقصد سے بھی زیادہ، یعنی مع قصد واہتمام تکلم بکلمۂ صحیحہ، ایک غلط کلمہ نکلا، تو وہ بدرجۂ اولیٰ عدمِ گرانی کا مستحق ہوگا۔ [1]

اور **چوتھے** احتمال پر گو یہ مسبب عن الشیطان ہو، مگر معصیت پھر بھی نہیں، جیسا کہ قلب کے وسوسہ کا حکم ہے، اور جامع دونوں میں عدمِ قصد وعدمِ اعتقاد ہے، اور وسوسہ کا یہ حکم، یعنی عدمِ معصیت، احادیث میں منصوص ہے، بلکہ باوجود وسوسہ کے مذموم ہونے کے اس کے بلاقصد آنے کو علاماتِ ایمان میں سے فرمایا گیا ہے، چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے’’انا نجد فی انفسنا ما یتعاظم، الخ‘‘کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا’’اوجدتموہ‘‘کے بعد’’ذاک صریح الإیمان‘‘ارشاد فرمانا (کما فی المشکاۃ عن الصحیحین) صریح دلیل ہے اس کی، اور بعض احادیثِ وسوسہ میں جو استعاذہ کا امر فرمایا ہے، یہ دلیل نہیں، اس کے معصیت ہونے کی، ہاں لفظِ استغفار سے اس دلالت کی گنجائش ہوسکتی تھی، چنانچہ معصیت نہ ہونا مجمع علیہ ہے، اور یہ استعاذہ خواہ لفظاً ہو، یا معناً، چنانچہ بعض احادیث میں وہ مذکور بھی نہیں، صرف معنیٰ پر اکتفاء فرمایا گیا، یعنی اس کو برا سمجھنا، اور دفع کی کوشش کرنا، جیسا واقعہ زیرِ بحث میں بھی ایسا کرنا مذکور ہے’’ولنعم ماقال العارف الرومی‘‘: ؎

---

[1] مطلب یہ ہے کہ شخصِ مذکور کی زبان سے یہ کلمہ نہ صرف یہ کہ بغیر قصد وارادہ کے نہیں نکلا، بلکہ وہ صحیح کلمہ کا تکلم کرنے کا قصد واہتمام کررہا تھا، پھر بھی اس کو اس پر اختیار حاصل نہ ہوسکا، جس پر کفر وگناہ کا حکم مرتب نہیں ہوتا۔محمد رضوان۔

ترک استثنا مرادم قسوتے ست نے ہمیں گفتن کہ عارض حاتے ست

اے بسا ناوردہ استثنا بگفت جان او با جان استثناست جفت

بہر حال تیسرے، چوتھے احتمال میں بھی معصیت لازم نہیں۔

اور اگر تیسری حالت کے معصیت ہونے کا اس سے شبہ ہو جائے کہ حدیث میں ہے ’’من قال باللات والعزی ، فلیقل لا الٰہ الا اللّٰہ ‘‘جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ سبقِ لسان بھی اس درجہ کی معصیت ہے کہ تجدیدِ ایمان کی ضرورت ہے،تو سمجھنا چاہیے کہ یہاں ذکر اُس شخص کا ہے، جس کو پہلے سے عادت، کفر بکنے کی تھی، پھر اس امر بالتدارک کا سبب خود اس سبقِ لسانی کا فی نفسہٖ معصیت ہونا نہیں، بلکہ اس کے منشاء ،یعنی عادتِ سابقہ اختیاریہ کا مذموم ہونا ہے،اور تدارک جو اس کا’’لا الٰہ الا اللّٰہ ‘‘ سے کیا گیا ہے،سو مقصود اس کا اظہار بقاءِ ایمانِ سابق، یعنی اظہار عدمِ زوالِ ایمانِ سابق ہے،نہ کہ احداثِ ایمانِ جدید، بعد زوالِ السابق،سو اس سے وجوبِ تجدید پر بھی استدلال نہیں ہوسکتا۔

خلاصہ یہ کہ اس صاحبِ واقعہ کی تصدیق کی بناء پر متعدد احتمالاتِ مذکورہ میں سے جو احتمال بھی لیا جائے، ان سب میں اتنا تو امرِ مشترک ہے کہ یہ شخص نہ کافر ہوا، نہ عاصی (وگناہ گار)۔پس اس سے **الزامِ ثانی وثالث** بھی مرتفع ہو گیا۔

ثانی تو اس لیے کہ یہ شخص جب نہ کافر ہے،نہ عاصی، پھر زجر وتوبیخ کی کیا وجہ،اور گرانی کا جواب اوپر بہ ضمنِ تقریر حدیثِ مثال تائب ہو چکا ہے، ورنہ یہاں تو شب وروز مشاہد ہے کہ اس سے اہون امور پر گران وجز تو کیا،سخت سے سخت دار وگیر کی جاتی ہے، تقریراً بھی،تحریراً بھی۔

اور **ثالث** اس لیے کہ اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے اول تو یہی متیقن نہیں کہ یہ وسوسہ شیطانی تھا،اور برتقدیرِ تسلیم بھی **غایت ما فی الباب** میری ایک رائے کی غلطی ہوگی،مگر ملامت تو پھر بھی نہیں ہوسکتی۔

(جاری ہے............)

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

تجارتی بائیکاٹ، اور اس میں غلو و بے اعتدالی (قسط6)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :-مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللَّهُ وَمِنْهَا مَا يَكْرَهُ اللَّهُ، فَأَمَّا مَا يُحِبُّ الله فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيبَةِ، وَأَمَّا مَا يَكْرَهُ، فَالْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ رِيبَةٍ(سنن ابنِ ماجه،رقم الحديث ١٩٩٦) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ''غیرت'' اللہ کی پسندیدہ بھی ہوتی ہے، اور کوئی ''غیرت'' اللہ کی ناپسندیدہ ہوتی ہے۔

پس جس غیرت کو اللہ پسند کرتا ہے، وہ شک والی چیز میں غیرت ہے، اور جس غیرت کو اللہ ناپسند کرتا ہے، وہ غیر شک والی چیز میں غیرت ہے (ابنِ ماجہ)

اور حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أن نبيَّ الله -صلَّى الله عليه وسلم -كان يقول " :مِنَ الغَيرةِ ما يحبُّ اللهُ، ومنها ما يُبغِضُ اللهُ :فأما التي يُحبها الله عزَ وجلَّ فالغيرةُ في الرِّيبةِ، وأما التي يُبغِضُها فالغيرةُ في غيرِ ريبةٍ(سنن ابی داود،رقم الحديث ٢٦٥٩) [2]

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، یہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک ''غیرت'' وہ ہے، جس کو اللہ پسند فرماتا ہے، اور ایک ''غیرت'' وہ ہے، جس کو اللہ مبغوض سمجھتا ہے۔

پس وہ غیرت، جس کو اللہ عز وجل پسند فرماتا ہے، وہ شک والی چیز میں غیرت ہے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال شعيب الارنؤوط:حسن لغيره(حاشية سنن ابی داود)

www.idaraghufran.org

(جس کی کوئی بنیاد ہو) اور جس غیرت کو اللہ مبغوض رکھتا ہے، وہ غیر شک والی چیز میں غیرت ہے (جو بے بنیاد اور بدگمانی پر مبنی ہو) (ابوداود)

اس طرح کی حدیث حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

کسی چیز کی وجہ سے شک پیدا ہو، اور تہمت کا موقعہ ہو، وہاں غیرت مفید ہوتی ہے، اور انسان کی اصلاح کا ذریعہ بنتی ہے، جبکہ اپنی حدود پر ہو، اور بے بنیاد، اور بدگمانی پر مبنی غیرت سے بغض وفساد لازم آتا ہے۔ [2]

اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں، ایسی چیزوں کی غیرت کو جن میں اللہ کی نافرمانی کی جارہی ہو، اور محرمات کا ارتکاب کیا جارہا ہو، اللہ کی پسندیدہ غیرت، اور اس کے علاوہ کی غیرت کو اللہ کی ناپسندیدہ غیرت بتلایا گیا ہے۔ [3]

اللہ کی حرام کردہ چیز کے مومن کو اختیار کرنے پر اللہ کو غیرت کا آنا، پیچھے صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ضمن میں بھی گزر چکا ہے۔

پس جو چیز قرآن وسنت کی رو سے اور فقہائے مجتہدین کی تصریح کے مطابق حلال فعل ہو، اس کے برخلاف ''غیرتِ ایمانی'' کے بیدار ہونے کا کیا مطلب، البتہ جن تجارتی وغیر تجارتی محرمات میں

---

[1] عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :غَيْرَتَانِ: إِحْدَاهُمَا يُحِبُّهَا اللهُ، وَالْأُخْرَى يُبْغِضُهَا اللهُ، وَمَخِيلَتَانِ :إِحْدَاهُمَا يُحِبُّهَا اللهُ، وَالْأُخْرَى يُبْغِضُهَا اللهُ، الْغَيْرَةُ فِي الرِّيبَةِ يُحِبُّهَا اللهُ، وَالْغَيْرَةُ فِي غَيْرِهِ يُبْغِضُهَا اللهُ، وَالْمَخِيلَةُ إِذَا تَصَدَّقَ الرَّجُلُ يُحِبُّهَا اللهُ، وَالْمَخِيلَةُ فِي الْكِبْرِ يُبْغِضُهَا اللهُ (مسند احمد،رقم الحديث ۱۷۳۹۸)

قال شعيب الارنؤوط:حسن لغيره(حاشية مسند احمد)

[2] قوله :(فالغيرة فى الريبة) أى فى مواضع التهم وما تردد فيه النفس فتظهر فائدتها وهى الرهبة والنزجار .وإن لم تكن موقعها فتورث البغض والشنآن والفتن .(شرح الطيبى على مشكاة المصابيح، ج۷، ص۲۳۶۵،باب اللعان)

[3] حَدَّثَنَا أَبُو يُوسُفَ الْقَلُوسِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ :حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ :حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ الْهَادِ ,عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ,عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ,أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :الْغَيْرَةُ غَيْرَتَانِ :فَغَيْرَةٌ يُحِبُّ اللَّهُ ,وَأُخْرَى يَكْرَهُهَا ."قُلْنَا :يَا رَسُولَ اللَّهِ ,مَا الْغَيْرَةُ الَّتِي يُحِبُّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَغَارَ؟ قَالَ :تُؤْتَى مَعَاصِي اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَتُنْتَهَكُ مَحَارِمُهُ . قُلْنَا :فَمَا الْغَيْرَةُ الَّتِي يَكْرَهُ اللَّهُ جَلَّ ثَنَاؤُهُ؟ قَالَ :غَيْرَةُ أَحَدِكُمْ فِي كُنْهِهِ(اعتلال القلوب للخرائطى،رقم الحديث ۷۳۵)

www.idaraghufran.org

مسلمان، مبتلاء ہیں، ان کے برخلاف ''غیرتِ ایمانی'' کی بنیاد پر کوئی تحریک چلائی جائے، تو بات سمجھ آتی ہے۔

پس غیر مسلم، اور کافر سے جائز تجارت کو غیرتِ ایمانی کے خلاف قرار دینا، درست نہیں۔

دین کی طرف سے جس قسم کے بیع وشراء اور تجارت کے امور میں وسعت وسہولت رکھی گئی ہے، اس قسم کے امور کو اپنی حالت پر رہنے دینا چاہیے، اور ان سے تعرض نہیں کرنا چاہیے، اور ان کے بجائے دین کے اہم اور ضروری امور میں اپنی صلاحیت وقوت کو صرف وخرچ کرنا چاہیے، جس کا بہت سی احادیث میں مختلف طریقوں پر حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا تَرَخَّصَ فِيْهِ، وَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ، فَوَاللّٰهِ إِنِّيْ أَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً (بخاری رقم الحديث ۷۳۰۱، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب مايكره من التعمق والتنازع فى العلم والغلو فى الدين والبدع)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کام کیا، جس میں (اللہ کی طرف سے) رخصت وگنجائش موجود تھی، اور ایک قوم نے اس کام سے اجتناب وپرہیز کیا، یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو ایسی چیز سے اجتناب وپرہیز کرتے ہیں، جس کو میں کرتا ہوں، پس اللہ کی قسم میں ان لوگوں کے مقابلہ میں اللہ کا زیادہ علم رکھتا ہوں، اور اللہ کی زیادہ خشیت (وخوف) رکھتا ہوں (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ جب نبی بلکہ افضل نبی ہونے کے باوجود میں نے رخصت وگنجائش والے کام کو اختیار کیا، تو دوسروں کا اس کو نظر انداز کرنا اور اس کام سے پرہیز کرنے کو نیکی سمجھنا درست نہیں، جیسا کہ نبی نے محاربین سے خرید وفروخت کو اختیار کیا، تو یہ غیرتِ ایمانی کے خلاف نہ ہوگی۔

www.idaraghufran.org

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةٌ، وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ، فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلَى سُنَّتِي، فَقَدْ أَفْلَحَ، وَمَنْ كَانَتْ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ فَقَدْ هَلَكَ (مسند احمد، رقم الحديث ٦٩٥٨) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عمل کا جوش ہوتا ہے اور ہر جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، پس جس شخص کے جوش کا ٹھنڈا پڑنا، میری سنت کی طرف ہو، تو وہ یقیناً کامیاب ہوگیا، اور جس شخص کے جوش کا ٹھنڈا پڑنا، میری سنت کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف ہو، تو وہ شخص ہلاک ہوگیا (مسند احمد)

پس دین کے نام سے جو جدوجہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سیرت کے مطابق ہوگی، وہ پائیدار بھی ہوگی، اور نفع بخش بھی ہوگی، ورنہ بلاوجہ کا حرجہ وخرچہ لازم آنے کا مصداق بن کر ہلاکت کا باعث ہوگی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کافروں سے بیع وشراء کی سنت وسیرت پہلے بیان کی جاچکی ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قِيلَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْأَدْيَانِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟ قَالَ: اَلْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ (مسنداحمد، رقم الحديث ٢١٠٧) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ تمام دینوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب دین کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درست (وسیدھا) اور سہل (مسند احمد)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا، وَلاَ تُنَفِّرُوا (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٩)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم (دین میں) آسانی کو اختیار کرو، اور تم تنگی کو اختیار نہ کرو، اور (لوگوں کو) خوش خبریاں سناؤ، اور نفرت مت دلاؤ (صحیح بخاری)

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ، قَالَ :بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا، وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٧٣٢ "٦")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے صحابہ میں سے کسی کو کسی کام کے لئے بھیجا کرتے تھے، تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ تم (لوگوں کو) خوش خبریاں سنانا، اور نفرت مت دلانا اور تم (دین میں) آسانی کو اختیار کرنا، اور تم تنگی کو اختیار مت کرنا (صحیح مسلم)

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث علمائے کرام پر لازم ہے کہ وہ دین کی تبلیغ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسنت کے مطابق طرزِ عمل اپنائیں، اور اس کے بجائے ایسی چیزوں سے لوگوں کو روکنے کی طرف متوجہ نہ ہوں، جس چیز سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں روکا، بلکہ خود بھی اس سہولت پر عمل کیا، اور اپنے صحابہ کو بھی اس سہولت پر عمل پیرا ہونے کی اجازت دی۔ (جاری ہے......)

دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک کا علمی ودینی مجلّہ

ماهنامه "الحق" خصوصی اشاعت

شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی حفظہ اللہ "حیات وخدمات"

سبق آموز داستانِ حیات، بچپن اور یتیمی کی تلخ یادیں، والدین کی تربیت ومحبتیں، جامعہ حقانیہ میں بیتے ایام، حقانی مشائخ واساتذہ کے تذکرے، اکابر کی سوانحات، تصنیفات وتالیفات اور کتبِ حدیث کی علمی وتحقیقی شروحات۔

بہ اہتمام ونگرانی: مولانا راشد الحق سمیع ترتیب وتالیف: مولانا عماد الدین محمود

ناشر: مؤتمر المصنفین، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ

0346-4010613--0301-3019928

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط108 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ اور خضر (حصہ نہم)

جب حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے جدائی کا فیصلہ کردیا، تو جدائی کرنے سے پہلے، حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کو ان تینوں واقعات کی وجوہات بھی بیان فرمادیں کہ میں نے ان کاموں کا ارتکاب کسی وجہ سے کیا تھا، اور آخر میں یہ بھی فرمادیا کہ یہ سارے کام میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیے تھے، بلکہ یہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کا حکم تھا۔

چنانچہ سب سے پہلا جو واقعہ پیش آیا تھا کہ میں نے کشتی میں شگاف ڈال دیا تھا، جس پر آپ نے اعتراض کیا کہ کشتی والوں نے تو ہمیں بلا معاوضہ کشتی میں بٹھالیا تھا، اور آپ نے ان کی کشتی میں شگاف ہی ڈال دیا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ کشتی کچھ مسکینوں کی تھی، جو اس کے ذریعے محنت مزدوری کرکے اپنا پیٹ پالتے تھے، میں نے کشتی میں اس لیے شگاف ڈال دیا، تاکہ ہر دیکھنے والے کی نظر میں وہ ایک ناکارہ کشتی معلوم ہو، اور یہ میں نے اس لیے کیا کہ آگے جاکے انھیں ایک ایسے ظالم حکمران سے واسطہ پڑنے والا تھا، جو ہر کارآمد کشتی کو زبردستی چھین رہا تھا، میں نے اس لیے اسے عیب دار بنایا کہ جب وہ اسے دیکھے گا تو ناکارہ سمجھ کر چھوڑ دے گا، تو بظاہر میرا یہ فعل ظلم اور حق تلفی تھی، لیکن حقیقت میں ایک بڑے ظلم سے بچانے کی کوشش تھی، اس طرح یہ لوگ اس کے ظلم سے بچ جائیں گے، اور اپنے اس ذریعہ معاش سے محروم نہیں ہوں گے، بعد میں اس میں یہ لوگ وہ تختہ خود ہی لگادیں گے۔ [1]

---

[1] هذا تفسير ما أشكل أمره على موسى عليه السلام، وما كان أنكر ظاهره، وقد أظهر الله الخضر عليه السلام على حكمة باطنة، فقال: إن السفينة إنما خرقتها لأعيبها لأنهم كانوا يمرون بها على ملك من الظلمة يأخذ كل سفينة صالحة أى جيدة غصبا فأردت أن أعيبها لأرده عنها لعيبها، فينتفع بها أصحابها المساكين الذين لم يكن لهم شىء ينتفعون به غيرها(تفسير ابنِ كثير، ج٥ص١٦٦، سورة الكهف)

www.idaraghufran.org

سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَائَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا (سورة الكهف، رقم الآية ٧٩)

یعنی”جہاں تک کشتی کا تعلق ہے وہ کچھ غریب آدمیوں کی تھی ،جو دریا میں مزدوری کرتے تھے، میں نے چاہا کہ اس میں کوئی عیب پیدا کردوں (کیونکہ) ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر(اچھی) کشتی کو زبردستی چھین کر رکھ لیا کرتا تھا“۔

اس طرح حضرت خضر نے ان کے ساتھ ایک بڑی نیکی کی تھی،اوران مسکینوں کی اس کشتی کا تختہ نکال کراس کونا کارہ اوربے کار بنا دینے کے اپنے فعل کی وجہ بیان کر کے اصل حقیقت کوظاہر کر دیا۔

اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اگر دنیا میں مسکینوں ،غریبوں اور نیک لوگوں کوکوئی مالی ،یا معاشی نقصان پہنچتا ہے،تو اس نقصان کے اندرانہی کا کوئی فائدہ مضمر ہوتا ہے،اس لیےان کو چاہیے کہ اس پرصبر کریں،اللہ تعالیٰ کے فیصلے پرراضی رہیں،اوراس بات کا یقین رکھیں کہ حق تعالیٰ کا کوئی فیصلہ بھی حکمت ومصلحت سے خالی نہیں ہوتا،لیکن اس کی ان حکمتوں اور مصلحتوں کا احاطہ کرنا کسی بشر کے لیے ممکن نہیں۔ [1]

---

[1] الفائدة الثانية: أن مراد ذلک العالم من هذا الكلام أنه ما كان مقصودى من تخريق تلک السفينة تغريق أهلها بل مقصودى أن ذلک الملک الظالم كان يغصب السفن الخالية عن العيوب فجعلت هذه السفينة معيبة لئلا يغصبها ذلک الظالم فإن ضرر هذا التخريق أسهل من الضرر الحاصل من ذلک الغصب(تفسير الرازى، ج ٢١ ص ٤٩٠، ٤٩١، سورة الكهف)

ففى هذا من الفقه العمل بالمصالح إذا تحقق وجهها، وجواز إصلاح كل المال بإفساد بعضه، وقد تقدم .وفى صحيح مسلم وجه الحكمة بخرق السفينة وذلک قوله: فإذا جاء الذى يسخرها وجدها منخرقة فتجاوزها، فأصلحوها بخشبة، الحديث .وتحصل من هذا الحض على الصبر فى الشدائد، فكم فى ضمن ذلک المكروه من الفوائد(تفسير القرطبى، ج ١١ ص ٣٦، سورة الكهف)

مسجدوں،مدرسوں،دفتروں اورگھروں کے لیے یکساں مفید

نقشہ اوقاتِ نماز،سحر وافطار (برائے راولپنڈی واسلام آباد شہر)

جاری کردہ: ادارہ غفران،چاہ سلطان،راولپنڈی،051-5507270

www.idaraghufran.org

طب و صحت

حکیم مفتی محمد ناصر

حلق کی خشکی، آواز بیٹھ جانا اور گلہڑ

حلق کی خشکی: حلق کے امراض مختلف قسموں کے ہیں، جن میں حلق کی خشکی بھی ایک مرض ہے، یہ اگرچہ معمولی سی شکایت ہے، جو غذا میں معمولی ردوبدل اور توجہ کرنے سے دُور ہو جاتی ہے، مگر جسم میں پیدا ہونے والی کسی بھی شکایت سے مسلسل لاپرواہی اور بے توجہی برتنا درست نہیں، ایسی صورت میں اس کے بڑھنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

اس بیماری کی بنیادی طور پر دو بڑی وجوہات ہیں، جن میں سے ایک بڑی وجہ شوگر (یعنی ذیابیطس) ہے، اس کے علاوہ زیادہ گوشت خوری یا تیز مرچ مصالحوں کا کثرتِ استعمال بھی حلق خشک کر دیتا ہے۔

حلق کی خشکی جب زیادہ گوشت خوری یا تیز مرچ مصالحوں کے استعمال کی وجہ سے ہو، تو یہ ایک مخصوص مقدار میں پانی پینے سے عموماً دُور ہو جاتی ہے، اور اگر حلق کی خشکی کی وجہ شوگر (ذیابیطس) ہو تو پھر زیادہ پانی پینے سے بھی خشکی دُور نہیں ہوتی، بلکہ اُلٹا اثر یہ ہوتا ہے کہ پیشاب زیادہ آنے لگتا ہے، جس سے مریض کی پریشانی میں اور صحت کی کمزوری میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

پرہیز اور غذائیں: ایسے مریض کو چاہئے کہ غذا میں احتیاط کرے، اور غذاؤں میں علاج کے لئے گاجر، شلغم، کدو، ٹینڈے، حلوہ کدو، گھیا توری، ہلدی اور سفید زیرہ کے مصالحہ میں تیار کردہ سالن استعمال کرے، نیز دودھ جلیبی، برفی، کھویا، پیٹھے کی مٹھائی کھا کر دودھ پی لے، پھلوں میں کیلا، امرود، گرما، سردا، میٹھا خربوزہ، گنڈیریاں استعمال کرے۔

اگر حلق کی خشکی کی وجہ شوگر (ذیابیطس) ہو تو ایسی صورت میں مناسب علاج ضروری ہے، لیکن یاد رہے کہ مسلسل حلق کے خشک رہنے کو معمولی علامت سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

آواز بیٹھ جانا: حلق کے اندر آواز کی تاریں جب تندرست حالت میں ہوں تو حلق سے آواز ٹھیک طرح سے نکلتی ہے، اور جب آواز کی تاروں میں کوئی تغیر اور تبدیلی پیدا ہو جائے، تو پھر آواز بیٹھ جاتی ہے۔ آواز بیٹھنے کی کئی وجوہات ہوتی ہیں، مثلاً گرد و غبار اور دھوئیں والی جگہ زیادہ دیر تک

www.idaraghufran.org

رہنا پڑ جائے،تو آواز بیٹھ سکتی ہے،اسی طرح نزلہ،زکام،کھانسی،یا گلے کی سوزش،موسمی الرجی، وغیرہ کی صورت میں بھی گلے میں خشکی، جلن، یا انفیکشن ہوسکتا ہے، اور آواز میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے،اسی طرح بہت زیادہ یا غیر مناسب طریقے سے تیز آواز میں بولنے یا زیادہ چلانے سے گلے کی نسوں پر دباؤ ڈلتا ہے،اس سے بھی بعض اوقات آواز بیٹھ جاتی ہے۔

علاج: آواز بیٹھنے کی صورت میں مریض کو نمک والے پانی کے غرارے گلے کی سوزش کو کم کرنے میں مفید ہے،اسی طرح املتاس کی پھلی کے گودے کو دو کپ پانی میں جوش دے کر،اس پانی سے غرارے کرنا بھی آواز بیٹھ جانے کی تکلیف میں فائدہ مند ہوتا ہے، نیز ٹھنڈے مشروبات سے پرہیز کرتے ہوئے نیم گرم پانی کا استعمال، یا نیم گرم پانی میں شہد ملا کر پینا،اورادرک کا چبانا بھی بیٹھی ہوئی آواز کی حالت میں فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔

گلہڑ Goiter: بعض اوقات کانوں کی جڑ کے پاس ایک گلٹی بن جاتی ہے، جسے مریض کن پیڑے سمجھتا ہے،لیکن آہستہ آہستہ یہ گلٹیاں حجم میں بڑھ کر نیچے ٹھوڑی کی طرف آنے لگتی ہیں، یہاں تک کہ گردن کے گرد ایک ہار کی شکل اختیار کرلیتی ہیں،کہیں سے بڑی اور کہیں سے چھوٹی ہوتی ہیں،حجم میں بڑھنے کی وجہ سے مریض کا گلا گھٹا رہتا ہے،اورسانس لینے میں بھی تنگی محسوس ہوتی ہے، گردن گھمانے اوردائیں بائیں دیکھنے میں بھی تکلیف پیش آتی ہے۔

گلہڑ کی ایک قسم سادہ گلہڑ ہے۔

سادہ گلہڑ میں تھائیرائیڈ غدود کا سائز بڑھ جاتا ہے،تھائی رائیڈ غدود گلے کے سامنے کی طرف نچلے حصے میں واقع ہوتا ہے،گلہڑ کی یہ قسم عام طور پر آیوڈین کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے، آیوڈین ایک غیردھاتی عنصر ہے، جو عام طور پر نمکیات کی شکل میں پایا جاتا ہے، آیوڈین کی مناسب مقدار کی انسانی جسم کو ضرورت ہوتی ہے، آیوڈین کی کمی اور زیادتی دونوں ہی انسانی جسم کے لئے نقصان دہ ہیں، آیوڈین ہمیں سمندری مچھلیوں،سبزیوں میں آلو اور پالک اور بعض علاقوں میں زیرِزمین پائے جانے والے پانی سے مہیا ہوتا ہے۔

﴿بقیہ صفحہ ۵۹ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□......26/ جمادی الاولیٰ بروز جمعہ، جناب ظفر صاحب مرحوم (موہن پورہ، راولپنڈی) کے انتقال کی تعزیت کے لئے مفتی صاحب مدیر کا ان کے بیٹے سے تعزیت کے لئے ان کے گھر جانا ہوا۔

□......28/ جمادی الاولیٰ بروز اتوار، مولانا عبدالسلام صاحب (ناظم: ماہنامہ التبلیغ) کے والد بزرگوار قاری سید امانت علی شاہ صاحب کا انتقال ہوگیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرتِ کاملہ فرمائے۔ آمین۔

□......30/ جمادی الاولیٰ بروز بروز منگل مولانا قاری سلیم رحیمی صاحب (مہتمم: جامعہ خدمۃ القرآن، کوئٹہ) مفتی صاحب مدیر سے ملاقات کے لئے ادارہ تشریف لائے۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۵۸ ''گلا اور حلق کے امراض''﴾

آیوڈین کی کمی کی علامات میں تھکن، وزن میں غیر معمولی اضافہ، اور گلے کی گلٹی یا سوجن یعنی گلہڑ شامل ہیں، جبکہ اعتدال کے ساتھ متوازن غذا کھانے سے جسم کے لئے آیوڈین کی ضروری مقدار کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

سادہ گلہڑ میں ٹھوڑی کے نیچے کے حصے میں گلٹیاں بن جاتی ہیں، اگر انہیں دبایا جائے تو ان میں درد ہوتا ہے، گلہڑ میں تھائرائیڈ غدود کا حجم بڑھ جاتا ہے، گلہڑ کی گلٹیوں میں عام طور پر پیپ نہیں بنتی، کیونکہ یہ سوزش (inflammation) یا انفیکشن کی حالت نہیں ہوتی بلکہ یہ غدود کی ساخت میں تبدیلی کی علامت ہوتی ہے، لیکن بعض صورتوں میں، گلہڑ کی گلٹیوں میں پیپ پیدا ہوسکتی ہے، اگر اس پیپ کا مواد اندر کی طرف گرے، اور گلٹیوں کے اندر ہی رہے، تو یہ خطرناک علامت ہے، اور اگر مواد باہر کی طرف بہنے لگے، تو مرض کا صحت کی طرف اقدام ہے، اور اچھی علامت ہے۔

اگر سادہ گلہڑ کا مناسب وقت پر علاج نہ کیا جائے، تو یہ سخت گلٹیوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں، بعض اوقات ان میں درد نہیں ہوتا، البتہ اگر ان گلٹیوں پر زیادہ دباؤ ڈالا جائے تو درد ہوتا ہے، گلہڑ کا مرض اگر ابتدائی حالت میں ہو تو اس کا علاج نسبتاً آسان ہے، اور جلد ہو جاتا ہے، لیکن اگر گلہڑ کا مرض پرانا ہو جائے، تو پھر اس کے علاج کے لئے زیادہ توجہ اور وقت درکار ہوتا ہے۔